کلمۃ الحدیث — حافظ ندیم ظہیر

آپ کے نام!

ارادوں کی تکمیل، خوابوں کی تعبیر اور سوچوں کو عملی جامہ اللہ رب العزت کے خاص فضل وکرم اور توفیق سے پہنایا جاسکتا ہے۔ ترقی وتیزی کے اس دور میں جبکہ میڈیا پوری آب وتاب کے ساتھ فحاشی ولادینیت کی نشریات میں مصروف بھی ہوتو ایسی صورتِ حال میں وقت کا تقاضا اور ہمارا ارادہ ایک ماہنامہ رسالے کے اجراء کا تھا، جو کتاب وسنت کا ترجمان اور سلف صالحین کے منہج کا علمبردار ہو۔ جس کی تکمیل گذشتہ سال جون 2004ء میں فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی ادارت میں ''ماہنامہ الحدیث'' کی صورت میں ہوئی۔ (الحمدللہ)

استادِ محترم حفظہ اللہ نے دیگر علمی مصروفیات کے باوجود ''ماہنامہ الحدیث'' پر خصوصی توجہ دی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر عام وخاص ''الحدیث'' کے علمی، تحقیقی، تنقیدی اور اصلاحی مضامین کو سراہے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں کمپوزنگ جیسے مشکل مرحلے کو بڑی خوش اسلوبی، محنت اور جانفشانی سے انجام دینے والے عبداللہ ثاقب علی زئی کا ذکر نہ کروں اس کے علاوہ سارا عملہ ہی داد کا مستحق ہے بالخصوص حافظ شیر محمد صاحب جو اشاعت وترسیل جیسے اہم معاملات سے نبردآزما رہتے ہیں۔ [جزاهم الله خيرًا]

مضمون نگار متوجہ ہوں! آپ حضرات کے لئے ہمارے رسالے ''الحدیث'' کے صفحات حاضر ہیں جب اور جس وقت چاہیں قلم اٹھائیں اور کسی بھی موضوع پر لکھیں لیکن! مضمون باحوالہ اور صحیح وحسن احادیث وروایات پر ہی مشتمل ہو۔ واضح رہے ادارے کا مضمون نگار سے متفق ہونا ضروری ہے بصورتِ دیگر حاشیہ میں وضاحت کردی جائے گی۔ ساتھ ہی ہم معذرت خواہ ہیں ایسے مضمون نگار حضرات سے جنہوں نے اس دوران ہمیں اپنے مضامین ارسال کئے لیکن وہ شائع نہ ہو سکے۔ کیونکہ ان میں صحیح وحسن احادیث کا اہتمام نہ ہونے کے برابر تھا یا بعض مضامین بے حوالہ تھے جن میں سے بعض کے اصل حوالہ جات کی تحقیق جاری ہے۔ انہیں بعد میں شائع کردیا جائے گا۔ (ان شاءاللہ)

قارئین کرام! آپ ہمارے مناہج ومقاصد سے بخوبی آگاہ ہیں۔ ہم کس قدر اس پر پورے اترے ہیں؟ اس کا منہ بولتا ثبوت ماہنامہ ''الحدیث'' سے آپ کی بڑھتی ہوئی دلچسپی ہے۔ پھر بھی ہم آپ کی آراء وخطوط کے منتظر ہیں۔

اللہ پر ایمان اور ثابت قدمی

أضواء المصابیح في تحقیق مشکوة المصابیح

(١٥) وعن سفيان بن عبدالله الثقفي ، قال : قلت : يارسول الله !قل لي في الإسلام قولاً لا أسال عنه أحداً بعدک ، وفي رواية : غيرک . قال: " قل آمنت بالله ، ثم استقم " رواه مسلم

سفیان بن عبداللہ الثقفی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اسلام میں ایسی (جامع) بات بتائیں کہ آپ کے بعد کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: کہو میں اللہ پر ایمان لایا، پھر (اس پر) ثابت قدم ہو جاؤ۔ (مسلم:۶۳/۳۸)

فقہ الحدیث:

۱: اس حدیث اور دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ دین اسلام کا اصل اور بنیادی رکن ایمان باللہ ہے۔ اللہ ہی معبود برحق، مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس، حاکم اعلیٰ اور قانون ساز ہے۔ اس کی صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں، یہی وہ عقیدہ توحید ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسول بھیجے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ اور یقیناً ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا تا کہ تم (ایک) اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچ جاؤ۔ (سورۃ النحل:۳۶)

طاغوت ہر شیطان، کاہن، جادوگر اور اس معبود باطل کو کہتے ہیں جو اپنی عبادت پر راضی ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب التمیمی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

طاغوتوں کے سردار پانچ ہیں (۱) شیطان (۲) ظالم حکمران جو اللہ کے احکام کو بدل دیں (۳) جو شخص اللہ کے نازل کردہ دین کے بغیر حکم چلائے اور فیصلے کرے (۴) جو شخص اللہ کے بغیر، علمِ غیب کا دعویٰ کردے (۵) جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے اور وہ اپنی عبادت پر راضی ہو (رسالہ معنی الطاغوت وأنواعہ/مولفات الامام محمد بن عبدالوہاب ج ا ص ۳۷۷)

یاد رہے کہ توحید کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ آدمی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخیاں شروع کر دے آپ کے علم کو حیوانات، پاگلوں اور بچوں کے علم سے تشبیہ دینے لگے۔ معاذ اللہ، ایسا آدمی موحد نہیں بلکہ ملحد و زندیق ہے۔

توحید کا یہ لازمی نتیجہ اور رکن ہے کہ آدمی - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بغیر افراط وتفریط کے صحیح ایمان لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت اور پیار کرے۔ آپ کی گستاخی کے تصور اور خیال سے بھی بہت دور بھاگے۔ نہ تو آپ کو الٰہ معبود بنادے اور نہ آپ کے مقام، فضیلت ودرجات میں کسی قسم کی کمی کرے۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے۔ ہم سب آپ پر فدا ہوں۔ آمین

۲: یہ حدیث اس آیت کریمہ کے مطابق ہے جس میں ارشاد ہے کہ:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾

جن لوگوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے، پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، ان پر فرشتے نازل ہو کر کہتے ہیں: نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی تمہیں خوشخبری ہو جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا جاتا تھا۔ (حم السجدہ: ۳۰) نیز دیکھئے سورۃ الاحقاف: ۱۳

۳: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان دلی تصدیق، زبانی قول اور جسمانی عمل کا نام ہے۔ لہذا یہ حدیث بھی بدعتی فرقے مرجئہ پر رد ہے جن کا یہ خیال ہے کہ اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں۔ ان بدعتیوں کے نزدیک ایمان صرف زبان اور دل سے تصدیق کا نام ہے۔!

۴: یہاں استقامت اور ثابت قدمی سے شرک وکفر اور تمام منہیات سے کلی اجتناب اور تمام ظاہری وباطنی طاعات (اعمال صالحہ) پر عمل مراد ہے۔ سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

ثم استقاموا فلم يلتفتوا إلى إله غيره

پھر وہ ثابت قدم رہے، پس انہوں نے اللہ کے سوا کسی الٰہ (معبود) کی طرف دیکھا تک نہیں۔
(تفسیر طبری ج ۲۴ ص ۷۳ وسندہ صحیح)

مفسر قرآن قتادہ بن دعامہ (تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

استقاموا على طاعة الله

وہ اللہ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے (تفسیر عبدالرزاق: ۲۷۰۶ وسندہ صحیح)

۵: اس حدیث کی بعض سندوں میں یہ اضافہ ہے کہ: سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میرے بارے میں کس چیز کا آپ کو سب سے زیادہ خوف ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: ''یہ'' یعنی اس زبان کا خوف سب سے زیادہ ہے۔ (سنن الترمذی: ۲۴۱۰ وقال: ھذا حدیث حسن صحیح، شعب الایمان للبیھقی: ۴۹۱۹ والزہری صرح بالسماع عندہ)

اصولِ حدیث میں یہ بات مقرر ہے کہ ثقہ کی زیادت مقبول ہوتی ہے۔ ایک صحیح روایت میں کچھ الفاظ نہ ہوں اور دوسری صحیح میں موجود ہوں تو دونوں روایتوں کو ملا کر ہی سمجھنا اور حجت بنانا چاہئے۔

مصنف: امام ضیاء الدین المقدسی رحمہ اللہ

فضائلِ اعمال

ترجمہ وفوائد: حافظ ندیم ظہیر

جمعہ کے دن کی فضیلت:

(43) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس بہترین دن میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے، اسی (یوم جمعہ) میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اسی روز جنت میں داخل ہوئے اور اسی دن جنت سے نکالے گئے اور قیامت جمعہ کے دن (ہی) آئے گی۔ [صحیح مسلم: ۸۵۴]

فوائد:

تمام دن اللہ تعالیٰ کے ہیں، لیکن ان دنوں میں جو فضیلت ''یوم جمعہ'' کو حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں ہے جمعہ کے دن کو اللہ تعالیٰ نے بہت سارے اعزازات واختصاصات سے نوازا ہے۔

جمعہ ہی انسانیت کے آغاز وانتہا کا دن ہے۔ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''جنوں اور انسانوں کے علاوہ تمام جاندار جمعہ کے روز صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک قیامت کے منتظر ہوتے ہیں'' (جس کی کیفیت کا علم اللہ ہی کو ہے) [سنن ابی داود: ۱۰۴۶، وإسنادہ صحیح]

قابلِ غور بات یہ ہے کہ انسان باوجود اس کے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت جمعہ کے روز ہی آئے گی'' غفلت کا شکار ہے آخرت کو بھلا کر دنیا کی رنگینیوں میں مبتلا ہے، اس کے برعکس دیگر جاندار قیامت کے خوف سے جمعہ کا دن حالتِ پریشانی، عاجزی وگریہ زاری کے ساتھ گزارتے ہیں۔

(44) سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنوں میں بہتر جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن فوت ہوئے اسی دن صور پھونکا جائے گا۔ اسی دن بجلی کی کڑک اور گڑگڑاہٹ ہے۔ تم اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ جب آپ مٹی (فوت) ہو جائیں گے تو ہمارا درود کس طرح آپ پر پیش ہو سکے گا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو حرام کر دیا ہے، زمین ان کے جسم کو نہیں کھا سکتی۔ [سنن ابی داود: ۱۰۴۷]

:

اس حدیث کی سند عبدالرحمٰن بن یزید (بن تمیم) کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [دیکھئے انوار الصحیفہ ص ۳۰،

النهایة فی الفتن والملاحم: ۵۴۵ بتحقیق شیخنا حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ ۔ عبدالرحمٰن بن یزید کو ابن جابر سمجھنا غلط ہے جیسا کہ امام بخاری و کبار محدثین کی تصریحات سے واضح ہے]

یادر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک بعینہ صحیح سلامت و محفوظ ہے۔ **فداه أبي وأمي ورُوحي**

(45) سیدنا سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنی بساط کے مطابق طہارت حاصل کرے اور تیل لگائے یا گھریلو خوشبو استعمال کرے، پھر (جمعہ کی نماز کے لئے) جائے، (بیٹھے ہوئے) دو آدمیوں کے درمیان تفریق نہ کرے، پھر جتنے (نوافل) اس کے مقدر میں ہیں ادا کرے، جب امام خطبہ دے تو خاموش رہے تو اس کے وہ گناہ جو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ کے درمیانی اوقات میں ہوئے ہیں معاف کر دیئے جاتے ہیں۔[صحیح بخاری: ۸۸۳]

فوائد:

نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے خصوصی اہتمام کرنا چاہئے جس میں غسل، تیل اور خوشبو وغیرہ کا استعمال مستحب اور باعثِ اجر وثواب ہے۔ علاوہ ازیں کہ دو آدمیوں کے درمیان بھی تفریق روا نہیں ہے۔ چہ جائیکے خطبہ کے آخر میں پہنچ کر پہلی صف کے حصول میں کئی کئی صفیں پھلانگی جائیں لہذا جہاں جگہ میسر ہو وہیں بیٹھ جانا چاہئے۔

نمازِ جمعہ کے لئے جلدی جانے کی فضیلت:

(46) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کرے پھر نمازِ (جمعہ) کے لئے جائے تو گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی دی اور جو دوسری گھڑی میں جائے تو اس نے گویا گائے کی قربانی دی، جو تیسری گھڑی میں جائے تو گویا اس نے سینگ دار مینڈھے کی قربانی دی جو چوتھی گھڑی میں جائے تو گویا اس نے ایک انڈا اللہ کی راہ میں صدقہ کیا۔ پھر جب امام خطبہ کے لئے آجاتا ہے تو فرشتے بھی (رجسٹر لپیٹ کر) خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔[بخاری:۸۸۱، مسلم:۸۵۰]

فوائد:

مذکورہ حدیث میں ''خطبہ جمعہ'' کے لئے جلدی اور اول وقت پہنچنے کی ترغیب ہے، دیر سے جانے والوں اور خطبہ جمعہ کی اہمیت وفضیلت کے منکرین کے لئے لمحۂ فکریہ ہے! کہ وہ اس خصوصی اجر وثواب سے محروم رہ جاتے ہیں۔

(47) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اچھے طریقے سے وضوء کرے، پھر جمعہ کے لئے آئے پس خوب غور وخوض سے (خطبہ) سنے اور خاموش رہے تو اس کے جمعہ سے جمعہ تک کے اور مزید تین دن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور جس نے کنکریوں کو چھوا (یعنی ان میں مشغول ہو گیا) اس نے لغو (کام) کیا۔ [صحیح مسلم:۸۵۷]

فوائد:

خطبہ جمعہ استماع وانصات کا متقاضی ہے۔ دورانِ خطبہ اپنی توجہ کا مرکز ومحور کسی اور چیز کو بنانا جائز نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**إذا قلت لصاحبک أنصت ، یوم الجمعة و الإمام یخطب فقد لغوت**)) جمعہ کے دن (دورانِ جمعہ) تمہارا اپنے ساتھی کو یہ کہنا کہ ''خاموش ہو جاؤ'' بھی لغوبات میں سے ہے۔ [بخاری: ۹۳۴، مسلم: ۸۵۱]

بعض لوگ دورانِ خطبہ کنکریوں وغیرہ، مختلف چیزوں سے کھیلتے رہتے ہیں، اس قسم کی حرکتوں سے بھی اجتناب کرنا چاہئے۔ انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ خطبہ سننا چاہئے۔

(48) سیدنا اوس بن اوس الثقفی رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی (جمعہ کے دن) غسل کروائے (اپنی بیوی کو ہم بستری کی وجہ سے) اور خود بھی غسل کرے، اور (جمعہ کے لئے) جلدی جائے اور امام کے نزدیک بیٹھے (دورانِ خطبہ) لغو کام نہ کرے، تو اس کو ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزے اور قیام (عبادت) کا ثواب ملے گا۔ [سنن ابی داؤد: ۳۴۵، ترمذی: ۴۹۶، نسائی: ۱۳۸۲ وإسنادہ صحیح]

فوائد:

اس حدیث میں بھی جمعہ کے دن غسل اور اول وقت (مسجد) پہنچنے کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔

(49) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ جو مسلمان بھی اس وقت میں کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور اللہ سے کسی بھلائی کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اسے (بھلائی) عطا فرما دیتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے سمجھا دیا کہ یہ وقت بہت مختصر ہے۔ [مسلم: ۸۵۲، بخاری: ۸۹۳]

(50) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کا دن بارہ گھڑیوں پر مشتمل ہوتا ہے ان میں ایک گھڑی ایسی ہے جو مسلمان بندہ بھی اس وقت میں اللہ سے کسی چیز کا سوال کر رہا ہو تو (اللہ تعالیٰ) اسے عطا فرما دیتا ہے، اسے نماز عصر کے بعد آخری گھڑی میں تلاش کرو۔

[سنن ابی داؤد: ۱۰۴۸، سنن نسائی: ۱۳۹۰ وإسنادہ صحیح]

فوائد: بعض علماء کرام ''قبولیت کی گھڑی'' کے تعین میں اختلاف کرتے ہیں لیکن بحیثیت مسلمان اور آخرت کے خوف کی وجہ سے ہمیں سارا دن رضائے الٰہی کی تلاش میں گزارنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ آسمان (عرش) پر ہے — ابو معاذ بن مجدد

امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ: '' **اللہ في السماء وعلمه في کل مکان ، لا یخلو من علمه مکان** '' اللہ آسمان پر ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے، کوئی جگہ اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ (مسائل الإمام أحمد، روایۃ أبي داؤد ص ۲۶۳ وسندہ حسن، کتاب الشریعۃ لأبی بکر محمد بن الحسین الآجری ص ۲۸۹ ح ۶۵۲ کتاب السنۃ لعبداللہ بن أحمد ۲۸۰/۱ ح ۵۳۲)

حافظ زبیر علی زئی

گانے بجانے اور فحاشی کی حرمت

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾

''اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو لھوالحدیث خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو جہالت کے ساتھ اللہ کے راستے سے گمراہ کردیں اور (دین اسلام سے) استہزاء کریں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔'' (سورہ لقمان:٦)

اس آیت مبارکہ میں لھوالحدیث کی تشریح میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''الغناء والذي لا إلٰه إلا هو''

اس ذات کی قسم جس کے سوا دوسرا کوئی الہٰ نہیں ہے، اس آیت (میں لھوالحدیث) سے مراد غناء (گانا بجانا) ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٦/٣٠٩ ح ٢١١٢٣ وسندہ حسن)

اس اثر کو امام حاکم اور امام ذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے۔ (المستدرک:٢/٤١١ ح ٣٥٤٢)

عکرمہ (تابعی) فرماتے ہیں: ''هو الغناء'' یہ غنا (گانا) ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ٦/٣١٠ ح ٢١١٢٧ وسندہ حسن)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے، جو کہ دین حق کے مخالف ہیں فرماتا ہے:

﴿وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ﴾ اور تم غفلت میں پڑے ہو۔ (سورہ النجم:٦١)

اس آیت کی تشریح میں مفسر قرآن حبر الامت امام عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''هو الغناء بالحميرية، اسمدي لنا: تغني لنا''

سامدون سے مراد حمیری زبان میں گانا بجانا ہے۔ اسمدی لنا کا مطلب ہے، ہمارے لئے گاؤ۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی:١٠/٢٢٣ وسندہ قوی صحیح، رواہ یحیی القطان عن سفیان الثوری بہ)

سیدنا ابو عامر یا ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ليكونن من أمتي أقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف ولينزلن أقوام إلى جنب علم يروح عليهم بسارحة لهم يأتيهم لحاجةٍ فيقولون ارجع إلينا غداً فيبيتهم الله

ویضع العلم ویمسخ آخرین قردة وخنازیر إلیٰ یوم القیامــة "

"میری امت میں ایسی قومیں ضرور پیدا ہوں گی جو زنا، ریشم، شراب اور باجوں کو حلال سمجھیں گی اور بعض قومیں پہاڑ کے پاس رہتی ہوں گی اور جب شام کو اپنا ریوڑ لے کر واپس ہوں گی۔ اس وقت ان کے پاس کوئی ضرورت مند (فقیر) آئے گا تو کہیں گے: کل صبح ہمارے پاس آؤ اللہ تعالیٰ انہیں رات کو ہی ہلاک کر دے گا اور پہاڑ کو گرا دے گا اور باقیوں کو بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ کر دے گا اور قیامت تک اسی حال میں رہیں گے۔"

(صحیح بخاری: ۸۳۷/۲ ح ۵۵۹۰، صحیح ابن حبان ح ۶۷۱۹)

اس حدیث کے بارے میں شیخ ابن الصلاح فرماتے ہیں:

" والحدیث صحیح معروف الاتصال بشرط الصحیح "

یہ حدیث صحیح کی شرط کے ساتھ صحیح متصل مشہور ہے۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۹۰ مع شرح العراقی)

اس حدیث پر حافظ ابن حزم وغیرہ کی جرح مردود ہے۔

صحیحین (صحیح بخاری، وصحیح مسلم) کی تمام مرفوع باسند متصل روایات یقیناً صحیح اور قطعی الثبوت ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

" قال رسول اللہ ﷺ إن اللہ حرم علیکم الخمر والمیسر والکو بة.. کل مسکر حرام "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے تمہارے اوپر شراب، جوا اور کُو بہ حرام کیا ہے اور فرمایا: ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے۔ (مسند احمد: ۲۸۹/۱، ۳۵۰ ح ۳۲۷۴ وإسنادہ صحیح ح ۳۲۷۴ وسنن أبی داود: ۳۶۹۶)

اس کے ایک راوی علی بن بذیمہ فرماتے ہیں کہ الکوبۃ سے مراد " الطبل " یعنی ڈھول ہے۔

(سنن ابی داؤد: ۱۶۴/۲ ح وإسنادہ صحیح)

سیدنا عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" إن اللہ عزوجل حرم الخمر والمیسر والکوبة والغبیراء وکل مسکر حرام "

بے شک اللہ عزوجل نے خمر (شراب) جوا، ڈھولکی بجانا اور مکی کی شراب حرام قرار دیا ہے اور ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے۔ (مسند احمد ۱۷۱/۲ ح ۶۵۹۱م، وسندہ حسن)

اس روایت کا راوی عمرو بن الولید بن عبدہ جمہور کے نزدیک ثقہ وموثق ہے لہذا اس کی حدیث حسن کے درجے سے نہیں گرتی۔

محمود بن خالد الدمشقی نے صحیح سند کے ساتھ امام نافع سے نقل کیا ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ بانسری کی آواز سنی تو اپنے کانوں میں انگلیاں دے دیں اور فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔

(سنن ابی داؤد: ۳۲۶/۲ ح ۴۹۲۴ وإسنادہ حسن والمعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳/۱ وتحریم النرد والشطرنج والملاھی للآجری ح ۶۵، مسند احمد ۳۸/۲ ح ۴۹۶۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۲۲/۱)

اس حدیث کے بارے میں علامہ ابن الوزیر الیمانی نے ''توضیح الافکار'' (ج ا ص ۱۵۰) میں لکھا ہے کہ:

'' **صحيح على الأصح** '' سب سے صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'' **صوتان معلونان في الدنيا والآخرة ، مزمار عند نعمة ورنة عند مصيبة** ''

دو آوازوں پر دنیا اور آخرت (دونوں) میں لعنت ہے۔ خوشی کے وقت باجے کی آواز اور غم کے وقت شور مچانا اور پیٹنا۔ (کشف الاستار عن زوائد: ۱/۳۷۷)

اس حدیث کی سند حسن ہے۔ حافظ منذری فرماتے ہیں:

'' **ورواته ثقات** '' اور اس کے راوی ثقہ اور (قابل اعتماد) ہیں۔ (الترغیب والترہیب: ۴/۳۵۰)

حافظ ہیثمی نے فرمایا: '' **ورجاله ثقات** '' یعنی اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد: ۳/۱۳)

ان آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ وغیرہا کی روشنی میں محقق علماء نے فیصلہ کیا ہے کہ گانے بجانے کے آلات اور ان کا استعمال بالقصد (جان بوجھ کر سننا) حرام ہے۔

پبلک گاڑیوں میں ٹیپ ریکارڈوں کا شور

ایک مسلمان جسے معلوم ہے کہ گانا بجانا حرام ہے۔ وہ اپنے آپ کو ہر ممکنہ طریقے سے اس حرام فعل سے بچاتا ہے، اب اگر وہ کہیں سفر کے لئے پبلک گاڑی میں سوار ہوتا ہے تو ڈرائیور حضرات اینڈ کمپنی اسے اپنے اپنے پسندیدہ گانے سنانے پر ہٹ دھرمی سے ڈٹے رہتے ہیں، وہ کیا کرے؟ گاڑی سے اتر جائے یا پھر طاقت کا استعمال کر کے یہ حرام کام روک دے؟ ان فاسق و فاجر ڈرائیوروں اور ان کے حامیوں کو اس بات کا پابند کرنا چاہئے کہ عامۃ المسلمین کو تکلیف نہ دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'' **المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده** ''

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں (صحیح بخاری: ۱۰، صحیح مسلم: ۴۰)

ایک روایت میں ہے کہ:

'' **لايدخل الجنة من لا يأمن جاره بوائقه** ''

وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں ہے (صحیح مسلم: ۴۶)

فحاشی اور اس کا سدِّ باب

کفار اور منافقین کی سازشوں کی وجہ سے مسلمانوں میں فحاشی اور بے حیائی بھی مسلسل پھیل رہی ہے۔ گندے اور فحش گانوں کی لعنت کیا کم تھی کہ اب ٹی وی، وی سی آر، ڈش انٹینا، کیبل، انٹرنیٹ کیفے، موبائل کی شیطانی گھنٹیاں اور ننگی و

گندی تصاویر کی بہتات ہو رہی ہے۔

ساری کائنات کا رب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

''جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحاشی پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' (سورۃ النور آیت:۱۹)

یہ آیت مبارکہ اپنے شانِ نزول کے ساتھ مقید نہیں ہے بلکہ العبرۃ بعموم اللفظ کے اصول سے فحاشی پھیلانے کی ہر چیز پر اس کا حکم یکساں ہے۔ بدکاری کے اڈے سینما ہال، گندی فلمیں، کلب، گندے ہوٹل، رقص گاہیں گندے قصے کہانیاں اور جنسی فحش اشعار، غرض بداخلاقی پھیلانے والی تمام اشیاء اس آیت کے عموم میں شامل ہیں۔ لہذا یہ سب چیزیں حرام اور قابلِ سزا ہیں۔ اگر زمامِ کار نیک اور سچے مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو تو ان پر یہ لازم ہے کہ فحاشی کے یہ تمام اڈے اور ذرائع پوری قوت سے بند کر دیں۔ اور ان افعالِ فاحشہ کے مرتکب کو شدید سزا دی جائے تا کہ آئندہ کسی دوسرے کو اس کی ہمت بھی نہ ہو۔

مشہور تابعی محمد بن المنکدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''**یقال یوم القیامة أین الذین کانوا ینزهون أنفسهم وأسماعهم عن اللهو ومزامیر الشیطان ؟ اجعلوهم فی ریاض المسک ، ثم یقال للملائکة : أسمعوهم حمدي والثناء علي وأخبروهم أن لا خوف علیهم ولا هم یحزنون**''

قیامت کے دن کہا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنے آپ کو اور اپنے کانوں کو لہو ولعب اور شیطانی باجوں سے بچاتے تھے؟ انہیں خوشبودار باغیچوں میں لے جاؤ، پھر فرشتوں سے کہا جائے گا: انہیں میری حمد وثناء سناؤ اور خوشخبری دے دو کہ انہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم ہوگا۔

(کتاب تحریم النرد والشطرنج والملاھی للامام ابی بکر محمد بن الحسین الآجری:٦٦ وسندہ صحیح)

بعینہ یہی قول دوسری سند کے ساتھ مفسرِ قرآن مجاہد (تابعی) رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے۔

(ایضاً: ٦٨ وسندہ قوی ، روایۃ سفیان الثوری عن منصور محمولۃ علی السماع)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام مسلمان گانے بجانے موسیقی، ٹی وی، وی سی آر اور سینما گھروں کو چھوڑ کر قرآن وسنت کی طرف رجوع کریں، توحید وسنت کا بول بالا کرنے کی کوشش کریں اور شرک وکفر اور بدعات کو ختم کرنے میں سچے دل اور صحیح ایمان کے ساتھ مصروف رہیں تا کہ دنیا میں خلافت اور اس کی برکات ایک بار پھر قائم ہو جائیں۔ آمین

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ان ناسمجھ لوگوں کو بھی ہدایت دے جو انکارِ حدیث کے راستہ پر گامزن ہو کر گانے بجانے کے آلات اور موسیقی کو ''حلال'' ثابت کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ جو لوگ اپنے موبائلوں کی گھنٹیوں کے ذریعے نمازیوں کو تکلیف دیتے ہیں اللہ انہیں بھی ہدایت دے۔ آمین وما علینا إلا البلاغ

توضیح الاحکام

حافظ زبیر علی زئی

سوال وجواب/ تخریج الأحادیث

بازار میں داخل ہوتے وقت دعا کی تحقیق

سوال: ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بازار میں داخل ہوکر " لا إله إلا الله وحده لا شريک له ، له الملک وله الحمد وهو علی کل شئ قدير " پڑھے تو اس کے لئے ایک لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ایک لاکھ گناہ معاف فرما دیئے جاتے ہیں۔

کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ [خرم ارشاد محمدی۔ دولت نگر، پنجاب]

الجواب: اس روایت کی بہت سی سندیں ہیں جن میں سے دو سندوں پر کلام درج ذیل ہے۔

پہلی سند: کتاب الدعاء للطبرانی میں ہے کہ:

" حدثنا عبيد بن غنام والحضرمي قالا: ثنا أبو بكر بن أبي شيبة : ثنا أبو خالد الأحمر عن المهاجر بن حبيب قال: سمعت سالم بن عبدالله بن عمر يقول: سمعت ابن عمر يقول: سمعت عمر رضي الله عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من دخل سوقاً من الأسواق ، فقال: لا إله إلاالله ..." [رقم الحدیث:۷۹۲،۷۹۳]

یہ سند دو وجہ سے ضعیف ہے۔

۱: ابو خالد الاحمر مدلس ہے۔ [جزء القرأة للبخاري بتحقيقي: ۲۶۷] اور یہ روایت معنعن (عن سے) ہے۔ مدلس کی معنعن روایت ضعیف ہوتی ہے۔

۲: امام علی بن عبداللہ المدینی نے مسند عمر میں لکھا ہے کہ ابو خالد الاحمر نے مہاجر بن حبیب سے ملاقات نہیں کی ہے۔ [مسند الفاروق لابن کثیر ج ۲ ص ۶۴۲ حدیث فی تضعیف ثواب توحید اللہ وذکرہ] یعنی یہ سند منقطع ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ سند ضعیف ہے۔ یہاں پر یہ بات انتہائی عجیب وغریب ہے کہ شیخ سلیم الہلالی نے اس ضعیف و منقطع روایت کو "وهو إسناد حسن لذاته" لکھ دیا ہے! [عجالۃ الراغب المتمنی ج ۱ ص ۲۳۹ ح ۱۸۳]

اس ضعیف سند کو " إسناد حسن لذاته " کہنا یا لکھنا سرے سے باطل ومردود ہے۔

دوسری سند: مستدرک الحاکم میں ہے کہ:

" مسروق بن المرزبان : ثنا حفص بن غياث عن هشام بن حسان عن عبدالله بن دينار

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من دخل السوق فباع فيها واشترى فقال : لا إله إلا الله .. " إلخ

[المستدرک ج ا ص ۵۳۹ ح ۱۹۷۵ وقال: هذا إسناد صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه وتعقبہ الذہبی]

یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے۔

۱: حفص بن غیاث مدلس ہے۔ [طبقات المدلسین: ۱/۹، وطبقات ابن سعد ۶/۳۹۰]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا حفص بن غیاث کو مدلسین سے باہر نکالنا (النکت علی کتاب ابن الصلاح ۲/۶۳۷) صحیح نہیں ہے۔

۲: ہشام بن حسان مدلس ہے۔ [طبقات المدلسین: ۳/۱۱۰، المرتبۃ الثالثۃ] اور یہ روایت معنعن ہے۔ اس واضح ضعف کے باوجود شیخ سلیم الھلالی نے اس سند کو " فهذا إسناد حسن لذاته" لکھ دیا ہے۔ (عجالة الراغب المتمنی ۱/۲۴۱)!

اس سلسلے کی دوسری ضعیف ومردود روایتوں کے لئے دیکھئے: كتاب العلل الكبير للترمذی (۹۱۲/۲ وقال البخاری وأبو حاتم الرازی: هذا حديث منكر) المستدرك للحاكم (۵۳۹/۱) وعجالة الراغب المتمنی (۲۳۷/۱-۲۴۳) والصحيحة للألبانی (۳۸۱/۷- ۳۹۱ ح ۳۱۳۹) والموسوعة الحديثية (مسند الإمام أحمد ۴۱۱/۱-۴۱۳)

اس حدیث کو علامہ شوکانی (تحفۃ الذاکرین ص ۲۷۳) علامہ البانی رحمہ اللہ اور سلیم الھلالی وغیرہم کا حسن یا صحیح قرار دینا غلط ہے۔ بلکہ حق یہی ہے کہ یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہی ہے۔ وما علينا إلا البلاغ

قنوتِ وتر میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

سوال: کیا قنوت وتر میں ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا ثابت ہے؟

الجواب: ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں کہ:

" قال لي أبو زرعة : ترفع يديک في القنوت؟ قلت : لا! فقلت له : فترفع أنت؟ قال : نعم : فقلت : ماحجتک ؟قال: حديث ابن مسعود ، قلت : رواه ليث بن أبي سليم ، قال :حديث أبي هريرة ،قلت: رواه ابن لهيعة ،قال: حديث ابن عباس، قلت : رواه عوف ، قال:فما حجتک في تركه ؟ قلت : حديث أنس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لا يرفع يديه في شيً من الدعاء إلا في الإستسقاء،فسكت "

ابوزرعہ (الرازی رحمہ اللہ، متوفی ۲۶۴ھ) نے مجھ سے پوچھا: کیا آپ قنوت میں ہاتھ اُٹھاتے ہیں؟ میں نے کہا: نہیں! پھر میں نے ان سے پوچھا: کیا آپ (قنوت میں) ہاتھ اُٹھاتے ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، میں نے پوچھا: آپ کی دلیل کیا ہے؟ انہوں نے کہا: حدیث ابن مسعود، میں نے کہا: اسے لیث بن ابی سلیم نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا:

حدیث ابی ابوہریرہ، میں نے کہا: اسے ابن لھیعہ نے روایت کیا ہے۔انہوں نے کہا: حدیث ابن عباس، میں نے کہا: اسے عوف (الاعرابی) نے روایت کیا ہے۔توانہوں نے پوچھا: آپ کے پاس (قنوت میں) ہاتھ نہ اٹھانے کی کیا دلیل ہے؟ میں نے کہا: حدیث انس کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے سوائے استسقاء کے تو وہ (ابوزرعہ رحمہ اللہ) خاموش ہو گئے۔(تاریخ بغداد ج۲ ص۷۶ ت۴۵۵ وسندہ حسن، وذکرہ الذھبی فی سیر أعلام النبلاء ۱۳/۲۵۳)

اس حکایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

(۱) أبو منصور محمد بن عیسی بن عبد العزیز: وکان صدوقاً/تاریخ بغداد (۲/۴۰۶ت۹۳۷)

(۲) صالح بن أحمدبن محمد الحافظ: وکان حافظاً،فهماً، ثقةً ثبتاً/ تاریخ بغداد(۹/۳۳۱ت۴۸۷۱)

(۳) القاسم بن أبي صالح بندار: کان صدوقاًمتقناًللحدیث / لسان المیزان(۴/۴۶۰ت۶۶۸۵)

تنبیہ: قاسم بن ابی صالح پر تشیع کا الزام ہے جو یہاں روایت حدیث میں مردود ہے۔صالح بن احمد کے قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کا قاسم بن ابی صالح سے سماع قبل از اختلاط ہے۔لہذا یہ سند حسن لذاتہ ہے۔

اب ان روایات کی مختصر تحقیق پیشِ خدمت ہے جنہیں امام ابوزرعہ اور امام ابوحاتم نے باہم مناظرے میں پیش کیا ہے۔

۱: حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ(جزء القرأة للبخاری بتحقیقی:۹۹مصنف ابن أبی شیبه ۲/۳۰۷ح ۶۹۵۳، الطبرانی فی الکبیر۹/۳۲۷ ح ۹۴۲۵ السنن الکبری للبیهقی ۳/۴۱)

اس کی سند لیث بن ابی سلیم (ضعیف ومدلس) کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔یہاں پر یہ بات سخت تعجب خیز ہے کہ نیموی تقلیدی نے اس سند کو" إسناده صحیح "لکھ دیا ہے(دیکھئے آثار السنن:۶۳۵) حالانکہ جمہور محدثین نے لیث مذکور کو ضعیف ومجروح قرار دیا ہے۔زیلعی حنفی نے کہا:" ولیث هذا الظاهر أنه لیث بن أبی سلیم وهو ضعیف"(نصب الرایة ۳/۹۶)

لیث مذکور پر جرح کے لئے دیکھئے احسن الکلام (سرفراز خان صفدر دیوبندی ج ۲ ص۱۲۸) جزء القرأة بتحریفات امین اوکاڑوی (ص۷۰ ح۵۸)

۲: حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ(السنن الکبری للبیھقی ۳/۴۱) اس کی سند ابن لھیعہ کی تدلیس اور اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۳: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ (مصنف ابن ابی شیبہ۲/۳۱۶ ح۷۰۴۲، ۷۰۴۳ والاوسط لابن المنذر: ۵/۲۱۳) یہ روایت قنوت فجر سے متعلق ہے۔اس روایت کی دو سندیں ہیں۔پہلی میں سفیان ثوری مدلس ہیں اور دوسری میں ہشیم بن بشیر مدلس ہیں لہذا یہ دونوں سندیں ضعیف ہیں۔ابوحاتم رازی نے اس روایت کو عوف الاعرابی کی وجہ سے ناقابل حجت قرار دیا ہے۔حالانکہ وہ الجرح والتعدیل میں عوف کو"صدوق صالح الحدیث" کہتے ہیں(۷/۱۵)

تنبیہ: عوف الاعرابی پر جرح مردود ہے۔ اسے جمہور محدثین نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے لہٰذا وہ حسن الحدیث یا صحیح الحدیث ہے۔ صحیحین میں اس کی تمام روایات صحیح ہیں۔ والحمدللہ۔

۴: حدیث انس رضی اللہ عنہ (صحیح البخاری: ۱۰۳۰ و صحیح مسلم: ۶۷۷/۷۹۶)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ حسن لغیرہ حدیث کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ امام ابو زرعہ الرازی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ تینوں روایات ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں اور ان کا ضعف شدید نہیں ہے۔ جو لوگ ضعیف+ضعیف سے حسن لغیرہ بنا دیتے ہیں، ان کے اصول پر یہ روایات باہم مل کر حسن لغیرہ بن جاتی ہیں۔ آپ نے دیکھ لیا ہے کہ ابو حاتم رازی حسن لغیرہ روایات کو حجت نہیں سمجھتے۔

فائدہ: عامر بن شبل الجرمی (ثقہ راوی) سے روایت ہے کہ "رأیت أبا قلابۃ یرفع یدیہ فی قنوتہ" میں نے ابو قلابہ (ثقہ تابعی) کو دیکھا، وہ اپنے قنوت میں ہاتھ اُٹھاتے تھے (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۴۱ وسندہ حسن)

قنوت نازلہ میں (دعا کی طرح) ہاتھ اُٹھانا ثابت ہے۔ (مسند احمد ۳/۱۳۷ ح ۱۲۴۲۹ وسندہ صحیح)

امام اہل سنت احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ بھی قنوت وتر میں ہاتھ اُٹھانے کے قائل تھے (دیکھئے مسائل ابی داود ص ۶۶ ومسائل احمد و اسحاق روایۃ اسحاق بن منصور الکوسج ۱/۲۱۱ ت ۴۶۵، ۲/۵۹ ت ۳۴۶۸)

خلاصہ: قنوت وتر میں دعا کی طرح ہاتھ اُٹھائیں یا نہ اُٹھائیں، دونوں طرح جائز ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ حدیث انس رضی اللہ عنہ و دیگر دلائل کی رُو سے قنوت میں ہاتھ نہ اٹھائے جائیں۔ **واللہ أعلم**

لین دین میں کمیشن؟

"محترم جناب حافظ زبیر علی زئی صاحب! السلام علیکم!

محترم جناب یہ آج کل جو پراپرٹی والا سلسلہ جاری ہے۔ اس میں کمیشن کا لینا دینا۔ اس حوالے سے مکمل وضاحت فرمائیں کہ یہ کیسا ہے؟ کس حد تک جائز ہے اور کس حد تک ناجائز ہے۔ مکمل وضاحت فرمائیں اور مئی [1] کے ماہنامہ الحدیث میں ضروری ولازمی تحریر فرمائیں۔

ہمارے علاقہ میں بلکہ پورے پاکستان میں یہ پراپرٹی والی وباء پھیلی ہے وضاحت فرمائیں قرآن وسنت اور دیگر جدید مسائل سے۔ میں ماہنامہ الحدیث کا ایک سال سے قاری ہوں۔ چونکہ لوگ مشقت والا کام چھوڑ کر اس پراپرٹی والے سلسلے میں پڑے ہیں۔ اور آپکو علم ہوگا۔ اس میں بہت منفعت ہے۔ ایک دن میں لاکھوں کا مالک بن جاتا ہے۔ چاہے وہ پہلے بالکل غریب ہی کیوں نہ ہو۔ وضاحت فرمائیں۔ چونکہ اس حوالہ سے دشواری کا سامنا ہے۔ اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔ جزاکم اللہ خیراً والسلام" (عبدالوحید زاہد، خطیب جامع مسجد محمدی اہلحدیث۔ چکبیلی خان تحصیل راولپنڈی)

---

(۱) کثرت سوالات کی وجہ سے جوابات کی اشاعت میں تاخیر ہو جاتی ہے کیونکہ ماہنامہ "الحدیث" میں جوابات ترتیب وار شائع کیے جاتے ہیں/حافظ ندیم ظہیر

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

کمیشن کے بارے میں جہاں تک میری معلومات ہیں، یہ دلالی کی ایک قسم ہے۔ دلالی کے بارے میں دو موقف ہیں۔

اول: اگر فریقین راضی ہوں۔ باہم دھوکہ، فراڈ اور کذب بیانی نہ ہو تو جائز ہے۔ سیدنا قیس بن ابی غرزۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"**کنا نسمی السما سرة علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فأتا نا ونحن بالبقیع ومعنا العصي فسمانا باسمٍ هو أحسن منه فقال: یا معشر التجار..**"

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دلال کہا جاتا تھا۔ پس (ایک دن) آپ ہمارے پاس آئے اور ہم بقیع میں اپنی رسیوں کے ساتھ (تجارت میں مصروف) تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں اس سے بہترین نام کے ساتھ آواز دی، فرمایا: اے تاجرو!

(مسند الحمیدی بتحقیقی قلمی ج ۱ ص ۳۰۴ ح ۴۳۸ وسندہ صحیح، ونسخہ حسین سلیم اسد وھو صدوق فی الروایۃ وضعیف فی التحقیق ج ۱ ص ۴۰۵ ح ۴۴۲)

یہ روایت مختلف اسانید کے ساتھ سنن ابی داود (۳۳۲۶) وسنن الترمذی (۱۲۰۸ وقال: حسن صحیح) وسنن النسائی (۳۸۲۸، ۳۸۲۹) وسنن ابن ماجہ (۲۱۴۵) ومنتقی ابن الجارود (۵۵۷) ومستدرک الحاکم (۵/۲ وصححہ ووافقہ الذھبی) ومشکل الآثار للطحاوی (۱۳/۳، ۱۴) میں موجود ہے۔

اس حدیث سے دلالی کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ عربی لغت میں "**السمسرة**" کا معنی "دلالی، ایجنٹ گری، کمیشن اور دلالی کی اجرت" ہے (دیکھئے القاموس الوحید ص ۸۰۰) نیز دیکھئے صحیح بخاری کتاب الاجارۃ باب أجر السمسرۃ قبل ح ۲۲۷۴

دوم: دلالی ممنوع ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**لا یبیع حاضر لباد**" کوئی شہری کسی دیہاتی کا مالِ تجارت نہ بیچے (صحیح بخاری: ۲۷۲۳ وصحیح مسلم: ۱۵۱۵/۱۱)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ "**حاضر لباد**" کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: "**لایکون له سمساراً**" اس کا دلال نہ بنے (مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۹۸ ح ۱۴۸۷۰ وسندہ صحیح، ومصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۵۷۸ ح ۲۲۰۵۸)

اس حدیث سے دلالی کی ممانعت ثابت ہوئی ہے۔

ان دونوں روایتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے عرض ہے کہ دھوکہ، فراڈ اور کذب بیانی والی دلالی ہو تو حرام ہے اور اگر یہ بُرائیاں نہ ہوں۔ باہمی مفاد و خیر خواہی مطلوب ہو اور فریقین راضی ہوں تو مع الکراہت جائز ہے۔ واللہ اعلم

(۱۱ ربیع الأول ۱۴۲۶ھ)

قبرستان جانے کے مقاصد

''محترمی ومکرمی حافظ زبیر علی زئی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

میں احمد خان پھلاڈیوں صوبہ سندھ سے لکھ رہا ہوں ۔ایک مسئلہ ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اہلحدیث حضرات جب قل ختم چہلم وغیرہ کونہیں مانتے تو قبرستان جا کر کیا کرتے ہیں؟ مطلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبرستان جا کر کیا معمول تھا؟ قرآن پڑھنا بھی قبرستان پر منع ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ آپ مردہ کو قرآن پڑھ کر بخشنے کے بھی خلاف ہیں؟

اس مسئلہ پر ایک سیر حاصل بحث بحوالہ کتاب وسنت لکھ کر درج ذیل پتہ پر بھیج دیں ۔اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

(احمد خان مری بلوچ،c/o اقصیٰ میڈیکل اسٹور پھلاڈیوں تحصیل سندھڑی ضلع میر پور خاص سندھ 69001)''

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امابعد: قبرستان جانے کے کئی مقاصد ہیں۔

❶ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان جا کر مُردوں کے لئے دعائیں فرمایا کرتے تھے۔سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''حتی جاء البقیع فقام،فأطال القیام ،ثم رفع یدیه ثلاث مرات،ثم انحرف فانحرفت...''

حتی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بقیع (مدینہ کے قبرستان) پہنچ کر کھڑے ہوگئے ،آپ (کافی) لمبی دیر کھڑے رہے۔پھر آپ نے تین دفعہ (دعا کے لئے) ہاتھ اُٹھائے ۔پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) واپس لوٹے تو میں (بھی) واپس لوٹی....

[صحیح مسلم، کتاب الجنائز باب مایقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها ح ۱۰۳/۹۷۴ وترقیم دارالسلام:۲۲۵۶]

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ طیبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ: جبریل (علیہ السلام) نے آکر مجھے کہا کہ: تیرا رب تجھے حکم دیتا ہے کہ بقیع والوں (کی قبروں) کے پاس جا کر اُن کے لئے (دعائے) استغفار کرو (مسلم:۹۷۴ حوالہ مذکورہ)

عبداللہ بن ابی ملیکہ (ثقہ فقیہ تابعی) سے روایت ہے کہ:

''أن عائشة أقبلت ذات یوم من المقابر ،فقلت لها:یا أم المؤمنین من أین أقبلت ؟قالت : من قبر أخي عبد الرحمن بن أبي بكر ،فقلت لها: ألیس کان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن زیارة القبور؟قالت : نعم کان نهی ثم أمر بزیارتها ''

بے شک ایک دن (سیدہ) عائشہ (رضی اللہ عنھا) قبرستان سے آئیں تو میں نے ان سے پوچھا: اے ام المؤمنین! آپ کہاں سے آئی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر (رضی اللہ عنہ) کی قبر سے۔ میں نے انہیں کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت سے منع نہیں کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں، آپ نے منع کیا تھا پھر زیارت (کی رخصت) کا حکم دے دیا تھا۔ (المستدرک للحاکم ۱/۳۷۶ ح ۱۳۹۲ والبیھقی ۷۸/۴ وسندہ صحیح، وصححہ الذھبی والبوصیری وغیرھما، دیکھئے أحکام الجنائز للألبانی ص ۱۸۱)

اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوئے۔

اول: قبروں کی زیارت سے منع والا حکم منسوخ ہے۔

دوم: عورتوں کے لئے جائز ہے کہ وہ کبھی کبھار اپنے قریبی رشتہ داروں کی قبروں کی زیارت کرلیں۔

صحیح بخاری (۱۲۸۳) کی ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو (اپنے بچے کی) قبر کے پاس روتے دیکھا تو صبر کی نصیحت کی [مگر آپ نے اسے قبر پر آنے سے منع نہیں کیا] دیکھئے فتح الباری (ج ۳ ص ۱۴۸)

تنبیہ (۱): عورتوں کا کثرت سے قبروں کی زیارت کرنا ممنوع ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"أن رسول الله صلی الله علیه وسلم لعن زوارات القبور"

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی بہت زیادہ زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب الجنائز باب ماجاء فی کراھیة زیارة القبور للنساء ح ۱۰۵۶ وقال: "ھذا حدیث حسن صحیح"، وصححہ ابن حبان، الاحسان: ۳۱۷۸ وسندہ حسن)

تنبیہ (۲): عورتوں کا غیر لوگوں کی قبروں کی زیارت کرنا ممنوع ہے۔ سنن ابی داود کی ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی امت کو سمجھانے کے لئے) اپنی پیاری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اگر تو کُدی (قبرستان) تک چلی جاتی تو... پھر آپ نے سخت الفاظ بیان فرمائے [ح ۳۱۲۳ وسندہ حسن، وصححہ الحاکم علی شرط الشیخین ۳۷۳/۱، ۳۷۴ ووافقہ الذھبی (!) وحسنہ المنذری والھیثمی]

اس حدیث کا راوی ربیعہ بن سیف جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہے دیکھئے نیل المقصود (قلمی ۱۴/۲/۷ ح ۳۱۲۳) وعمدة المساعی فی تحقیق سنن النسائی (قلمی ۱۸۸/۱ ح ۱۸۸۱)

اس شدید وعید والی حدیث سے ثابت ہے کہ عورتوں کے لئے غیر مردوں کی قبروں پر جانا ممنوع ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **"فزوروا القبور فإنها تذکرکم الموت"** پس قبروں کی زیارت کرو کیونکہ بے شک یہ (زیارت) تمہیں موت یاد دلائے گی۔ (ح ۹۷۶/۱۰۸ ودارالسلام: ۲۲۵۹)

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **"ونهیتکم عن زیارة القبور فمن أراد أن یزور فلیزر ولا تقولوا هجراً"** اور میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، پس جو شخص زیارت کرنا چاہے تو کرلے اور (وہاں) باطل باتیں نہ کہنا (سنن النسائی ۸۹/۴ ح ۲۰۳۵ والسنن الکبری للنسائی (۲۱۶۰) وإسنادہ

صحیح/عمدۃ المساعی ۱/۳۰۲)

2 قبرستان پر جانے سے موت اور آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔انسان نصیحت وعبرت حاصل کرتا ہے جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے۔

3 قبرستان پر جا کر مسلمان مُردوں کے لئے دعائے استغفار کی جاتی ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم (بعض اوقات) رات کے آخری پہر مدینے کے قبرستان بقیع غرقد جا کر یہ دعا فرماتے: " **اللھم اغفر لأھل بقیع الغر قد** " اے اللہ بقیع غرقد والوں کو بخش دے (صحیح مسلم: ۱۰۲/۹۷۴ ودارالسلام: ۲۲۵۵)

تفصیلی دلائل کے لئے جلیل القدر محدّث شیخ البانی رحمہ اللہ کی ''کتاب الجنائز'' وغیرہ دیکھ لیں۔ مختصراً عرض ہے کہ اہل سنت یعنی اہل حدیث قبرستان پر جا کر مُردوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور آخرت وموت کو یاد کرتے ہیں۔اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ پر بھی عمل ہو جاتا ہے۔

اہل حدیث لوگ قبروں پر جا کر باطل (کتاب وسنت کے مخالف) اعمال نہیں کرتے اور نہ باطل باتیں کرتے ہیں۔قبروں پر جا کر مُردوں سے دعائیں کرنا، انہیں اللہ کے سامنے بطور وسیلہ پیش کرنا، مُردوں پر شرکیہ وبدعیہ حرکات کرنا، چادریں چڑھانا، قل وچہلم کرنا، قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو بخشنا، وغیرہ کاموں کا کوئی ثبوت قرآن وحدیث واجماع اور آثار سلف صالحین سے نہیں ملتا۔لہذا یہ سب اعمال باطل ہیں اور اہل حدیث ان سے مکمل طور پر اجتناب کرتے ہیں۔

قبروں پر جو شرکیہ اعمال اور منافی کتاب وسنت حرکات ہو رہی ہیں آپ خود جا کر ان کا نظارہ کر سکتے ہیں تا کہ ان لوگوں کا بذات خود رد کر سکیں۔ان قبر پرستوں کی قبر پرستی پر ''**أصل عبادة الأوثان** '' بتوں کی عبادت کی اصل، کا باب باندھ کر علامہ جلال الدین السیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں کہ:

''**ولھذا تجد أقواماً کثیرةً من الضالین یتضر عون عند قبر الصالحین و یخشعون ویتذللون ویعبدونھم بقلوبھم عبادة لا یفعلو نھا فی بیوت اللہ المساجد، بل ولافی الأسحار بین یدي اللہ تعالیٰ ویرجو ن من الصلوة عندھا والدعاء ما لا یر جو نہ فی المساجد التي تشد إلیھا الرحال** ''

اور اس لئے آپ دیکھتے ہیں کہ بہت سی گمراہ قومیں نیک لوگوں کی قبروں کے پاس گڑگڑاتے، خشوع اور عاجزی کرتے (ہوئے مانگتے) ہیں۔اور اپنے دلوں سے ان (مُردوں) کی ایسی عبادت کرتے ہیں جو اللہ کے (مقرر کردہ) گھروں: مسجدوں میں (اللہ کی عبادت) نہیں کرتے۔بلکہ سحری کے وقت اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر ایسی عبادت نہیں کرتے یہ لوگ قبروں کے پاس نماز ودعاء سے ایسی امیدیں رکھتے ہیں جو وہ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصی میں بھی نہیں رکھتے (الأمر بالاتباع والنھي عن الاتباع ص ۶۳)

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصی کے علاوہ کسی

مسجد یا جگہ کی طرف خاص ثواب و برکت کے لئے سفر کرنا ثابت نہیں ہے دیکھئے صحیح البخاری (۱۱۸۹) وصحیح مسلم (۱۳۹۷)
ایک دفعہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کوہ طور پر تشریف لے گئے تو سیدنا بصرہ بن ابی بصرہ الغفاری رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: اگر مجھے آپ کے جانے سے پہلے پتہ چل جاتا تو آپ نہ جاتے، پھر انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی، دیکھئے موطا امام مالک (ج ۱ ص ۱۰۹ ح ۲۳۹ وسندہ صحیح) اسے ابن حبان (موارد الظمآن: ۱۰۲۴) نے صحیح کہا ہے اور یہ روایت اپنے بعض متن کے ساتھ مختصراً سنن ابی داود (۱۰۴۶) وسنن الترمذی (۴۹۱ وقال: حسن صحیح) وصحیح ابن خزیمہ (۱۷۳۸) والمستدرک للحاکم (۱/ ۲۷۸، ۲۷۹ وصححہ علی شرط الشیخین ووافقہ الذہبی) میں موجود ہے۔
معلوم ہوا کہ کوہ طور پر ثواب حاصل کرنے کے لئے سفر کر کے جانا جائز نہیں ہے تو قبروں کی طرف سفر کر کے جانا بھی جائز نہیں ہے۔ اسی لئے شاہ ولی اللہ الدہلوی الحنفی (متوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ:

" والحق عندي أن القبر ومحل عبادة ولي من أولياء الله والطور كل ذلك سواء في النهي، والله أعلم "

اور میرے نزدیک حق یہ ہے کہ بے شک قبر، اللہ کے ولیوں میں سے کسی ولی کی عبادت گاہ اور کوہ طور ممانعت میں سب برابر ہیں واللہ اعلم (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۹۲ من أبواب الصلوۃ / المساجد)

آپ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ، رسم قل، ملا جی کا ختم شریف، چہلم وغیرہ اعمال کا کوئی ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔ قرآن پڑھ کر مُردوں کو بخش دینا بھی کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے جبکہ آیت:
﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی﴾ انسان کو وہی ملے گا جس کی وہ کوشش کرے (سورۃ النجم: ۳۹) سے ثابت ہے کہ قرآن مجید کا ثواب مُردوں کو نہیں پہنچتا۔
حافظ ابن کثیر الدمشقی (متوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ:

" ومن هذه الآية الكريمة استنبط الشافعي رحمه الله ومن اتبعه أن القراءة لا يصل اهداء ثوابها إلى الموتى لأنه ليس من عملهم ولا كسبهم ولهذا لم يندب إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم أمته ولا حثهم عليه ولا أرشدهم إليه بنص ولا إيماء ولم ينقل ذلك عن أحد من الصحابة رضي الله عنهم ولو كان خيراً لسبقونا إليه ..."

اس آیت کریمہ سے (امام) شافعی رحمہ اللہ اور ان کے متبعین نے یہ (مسئلہ) استنباط کیا ہے کہ قرأت کا ثواب مُردوں کو بخشنے سے نہیں پہنچتا کیونکہ یہ ان کے اعمال اور کمائی سے نہیں ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس طرف ترغیب اور حکم نہیں دیا اور نہ کوئی صریح یا غیر صریح بات ارشاد فرمائی ہے اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں کسی ایک سے یہ کام ثابت ہے۔ اگر یہ کام بہتر ہوتا تو ہم سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر عمل کرتے۔
(تفسیر ابن کثیر بتحقیق عبدالرزاق المہدی ج ۶ ص ۳۸، سورۃ النجم: ۳۹)

امید ہے کہ اب آپ کو یہ مسئلہ سمجھ آ گیا ہوگا۔ ان شاء اللہ **وما علينا إلا البلاغ** (۹ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ)

فرقہ مسعودیہ: اکے اعتراضات اوران کے جوابات

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم زبیرعلی زئی صاحب! السلام علیکم!

ہمارے علاقے میں تقریباً بیس (۲۰) سال سے ڈاکٹر عثمانی کیماڑی والے کا مرکز ہے۔ جو شخص بھی توحید کی طرف مائل نظر آئے یہ لوگ اسے مسلک اہلحدیث سے متنفر کر کے فرقہ عثمانیہ میں شامل کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ ہمارے بعض احباب بھی اس فرقے میں شامل ہو گئے ہیں۔ براہ مہربانی چند سوالوں کے جوابات عنایت فرمائیں تاکہ ہم اپنے دیگر احباب کو اس فتنے سے بچانے کی سعی کر سکیں جزاک اللہ (خیراً)

سوال ۱: مسند احمد کی حدیث براء بن عازب میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''**فتعاد روحه في جسده**'' (مشکوۃ باب مایقال عند من حضرہ الموت' الفصل الثالث) اس حدیث کو کن کن محدثین نے صحیح قرار دیا ہے ان کے نام اور حوالہ جات مفصل تحریر کریں۔ کتاب اور صفحہ نمبر ضرور تحریر کیجئے گا۔ زاذان اور منھال بن عمرو کو کن محدثین نے قابل حجت قرار دیا ہے۔ ابن تیمیہ' ابن قیم' اور البانی کی تحقیق کو یہ لوگ تسلیم نہیں کرتے۔

سوال ۲: کیا نکیرین کے سوال و جواب اور حساب کتاب کے بعد روح پھر میت کے بدن سے نکال لی جاتی ہے۔

سوال ۳: براء بن عازب کی روایت سے اعادہ روح ثابت ہوتا ہے۔ جبکہ دیگر احادیث مثلاً ابراہیم کیلئے جنت میں دودھ پلانے والی موجود ہے اور عمرو بن لُحَیّ کو جہنم میں دیکھنا وغیرہ سے جنت یا دوزخ میں روح کی موجودگی بھی ثابت ہوتی ہے۔ دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دے دیں اور بتا دیں کہ روح کا اصل مقام کہاں ہے؟

سوال ٤: کیا علیین جنت کا ایک مقام اور سجین دوزخ کے ایک مقام کا نام ہے۔ اس کے بارے میں محدثین سے کچھ ثابت ہے یا نہیں؟

سوال ٥: صحیح مسلم میں ہے کہ مرتے وقت حضرت عمرو بن العاص نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے دفن کر کے اتنی دیر تک قبر کے پاس ٹھہرے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ کیا یہ روایت صحیح ہے۔ کیا صاحب قبر کو اپنی قبر کے پاس کھڑے رہنے والے کا علم ہوتا ہے اور اس سے اسے تسلی اور اطمینان بھی حاصل ہوتا ہے۔ اس روایت کا اصل مفہوم کیا ہے؟

سوال ٦: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک قبر میں اور روح جنت سے اوپر مقام الوسیلہ میں ہے؟ (صحیح بخاری جلد اول ص ۱۸۵ مطبوعہ دہلی)

سوال ۷: کیا مردے پر زندہ کے اعمال پیش ہوتے ہیں جیسا کہ عبداللہ بن رواحہ کے عزیزوں کا واقعہ تفسیر ابن کثیر (جلد۲/ص۴۳۹) میں ہے۔ اور کیا مردہ قبر کی زیارت کرنے والے کو پہچانتا ہے (جامع الصغیر ج۲ ص۱۵) عرض اعمال کیلئے دیکھئے حدیث انس بن مالک (مسند احمد ۱۶۴ جلد۳)

سوال ۸: کیاامام احمد بن حنبل اوراکابرین حنابلہ سے سماعِ موتی اورعرضِ اعمال کاعقیدہ ثابت ہے یاڈاکٹرعثمانی نے مغالطہ دیاہے؟

سوال ۹: حضرت ابوہریرہ کا یہ قول کس کتاب میں ہے اور یہ صحیح ہے یاضعیف:

''امام دو دفعہ سکتہ کرتا ہے، اس میں سورہ فاتحہ پڑھنے کوغنیمت جانو۔'' یہ حدیث کی کس کتاب میں ہے اور صحیح ہے یا ضعیف؟

سوال ۱۰: کن صحابہ سے ثابت ہے کہ وہ قرأت کے بعد، رکوع کرنے سے پہلے، مقتدی کوفاتحہ پڑھنے کی مہلت دینے کیلئے سکتہ کرنے کے قائل وفاعل تھے؟ والسلام: وقارعلی مبین الیکٹرونکس امین پارک لاہور۔۲''

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں۔

ا: حدیثِ براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حدیث کی درج ذیل کتابوں میں تفصیل اوراختصار کے ساتھ منہال بن عمروعن زاذان عن البراء بن عازب کی سند کے ساتھ موجود ہے۔

(ا) سنن ابی داود (ح ۳۲۱۲، ۴۷۵۳، ۴۷۵۴)

(۲) سنن ابن ماجہ (ح ۱۵۴۸، ۱۵۴۹)

(۳) سنن النسائی (۴/۷۸ ح ۲۰۰۳)

(۴) مسندالامام احمد (۴/۲۸۷، ۲۸۸، ۲۹۷)

(۵) زوائد مسند احمد لعبداللہ بن أحمد (۴/۲۹۶)

(۶) مصنف عبدالرزاق (۳/۵۸۰۔ ۵۸۲ ح ۶۷۳۷)

(۷) مسندالطیالسی (ص ۱۰۲، ۱۰۳، ح ۷۵۳)

(۸) مصنف ابن ابی شیبہ (۳/۳۸۰ ۔ ۳۸۲ ح ۱۲۰۵۸)

(۹) زھد ھناد بن السری (۱/۲۰۵۔۲۰۷ ح ۳۳۹)

(۱۰) مسند ابی عوانہ کمافی اتحاف المھرۃ لابن حجر (۲/۴۵۹ ح ۲۰۶۳)

(۱۱) الشریعہ للآجری (ص ۳۶۷۔۳۷۰ ح ۸۶۴۔۸۶۷)

(۱۲) زوائد الزھد لحسین بن الحسن المروزی (ص ۴۳۰۔۴۳۳ ح ۱۲۱۹)

(۱۳) التوحید لابن خزیمہ (ص ۱۱۹، ۱۲۰)

(۱۴) المستدرک للحاکم (۱/۳۷۔۳۹/۴۰) وقال: ''صحیح علی شرط الشیخین'' وقال الذھبی: ''وھو علی شرطھما''

(۱۵) تفسیر الطبری (۸/۱۲۹، ۱۳/۱۴۳)

(۱۶) عذاب القبر للبیہقی (۲۰) وقال (۱۹): ''ھذا حدیث کبیر صحیح الإسناد''

(۱۷) شعب الایمان للبیہقی (۳۹۵) وقال: ''ھذا حدیث صحیح الإسناد''
(۱۸) المعجم الاوسط للطبرانی (ح ۳۰۲۳، ۷۴۱۳)
(۱۹) تفسیر ابن ابی حاتم (۵/۱۴۷۷، ۱۴۷۸ ح ۸۴۶۵)
(۲۰) مسند الرویانی (۱/۲۶۳ ـ ۲۶۷ ح ۳۹۲)
۲۱۔ تاریخ دمشق لابن عساکر (۶۳/۲۶۸، ۲۶۹)
اسے درج ذیل محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔
(۱) بیہقی
(۲) حاکم
(۳) ذہبی
(۴) القرطبی فی التذکرۃ فی أحوال الموتی وأمور الآخرۃ (ص ۱۱۹)
(۵) ابوعوانہ روی حدیثہ فی صحیحہ (کتاب الروح ص ۱۹۰ اتحاف المھرۃ ۲/۴۵۹)
بعض لوگوں نے زاذان اور منہال بن عمرو پر جرح کی ہے لہٰذا ان دونوں راویوں کے حالات علی الترتیب وبالتفصیل پیش خدمت ہیں۔

﴿الیاقوت والمرجان فی توثیق أبي عمر زاذان﴾

ابوعمر زاذان الکندی الکوفی صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔

صحیح مسلم:	(۱۶۵۷، ۱۹۹۷/۵۷)
ترمذی:	(۱۸۴۶، [۱۸۶۸ اوقال: حسن صحیح] ۱۹۸۶، ۲۵۹۶، ۳۸۱۲)
ابوداود:	(۲۴۹، ۳۲۱۲، ۳۷۶۱، ۵۱۶۸)
النسائی:	(۱۲۸۳، ۲۰۰۳، ۵۶۴۸)
ابن ماجہ:	(۵۹۹، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۵، ۴۰۲۱)
ابن خزیمہ:	(۲۷۹۱)
ابن حبان:	(الاحسان ۲/۱۳۴ ح ۹۱۰)

اب زاذان پر جرح مع تبصرہ پیش خدمت ہے.
۱۔ سلمہ بن کہیل = ''ابوالبختری الطائی اعجب الیٰ'' (کتاب المعرفۃ والتاریخ لیعقوب بن سفیان ۲/۷۹۵ وسندہ صحیح)
یعنی اس کے بجائے مجھے ابوالبختری الطائی زیادہ محبوب وپسندیدہ ہے۔
یہی قول دوسرے علماء نے اختصار وتفصیل اور معمولی اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ دیکھئے تہذیب التہذیب وغیرہ،

ابوالبختری سعید بن فیروز الطائی صحاح ستہ کا راوی اور ثقہ ہے دیکھئے تہذیب الکمال للمزی (۷/ ۴۷۸، ۴۷۹)

تنبیہ: سلمہ بن کہیل ۱۲۱ھ یا ۱۲۳ھ میں فوت ہوئے (تہذیب الکمال ۷/ ۴۵۹، ۴۶۰)

وھب بن وھب الاسدی المدنی القاضی ۱۲۱ھ یا اس کے بعد پیدا ہوا۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۹/ ۳۷۵ قال: توفی سنۃ مائتین ولہ بضع وسبعون سنۃ) لہذا سلمہ بن کہیل کے قول کا مصداق وھب بن وھب قطعاً نہیں ہے۔ اور کتاب المعرفۃ کی صراحت ''الطائی'' اس سلسلے میں فیصلہ کن ہے کیونکہ الطائی صرف سعید بن فیروز ہے وھب بن وھب نہیں۔ سعید بن فیروز الطائی چونکہ ثقہ ہے لہذا اسے زاذان پر ترجیح دینا کوئی جرح نہیں ہے۔ سلمہ بن کہیل نے ابوالبختری الطائی کے ایک قول کو بطور حجت پیش کیا ہے (المعجم لابن الاعرابی: ۴۳۱ وسندہ قوی)

۲۔ الحکم بن عتیبہ = حکم نے زاذان سے روایت نہ لینے کا سبب یہ بیان کیا کہ:

" أكثر، يعني من الرواية " اس نے بہت سی روایتیں بیان کی ہیں۔ (الجرح والتعدیل ۳/ ۶۱۴ وسندہ صحیح وکتب اخریٰ)

ظاہر ہے کہ بہت سی روایتیں بیان کرنا کوئی جرح نہیں بلکہ خوبی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بہت سی حدیثیں بیان کی ہیں حتی کہ بعض علماء نے ان کے بارے میں بھی کہہ دیا تھا کہ " أكثر أبو هريرة " (صحیح مسلم: ۲۴۹۷/ ۱۶۰ وصحیح البخاری: ۲۰۴۷)

۳: أبواحمد الحاکم الکبیر النیسابوری = " ليس بالمتين عندهم " (تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۰/ ۲۱۳)

یہ جرح کئی لحاظ سے مردود ہے۔

ا: المتین کی نفی کا یہ مطلب نہیں کہ وہ متین (بغیر الف لام) بھی نہیں ہے۔ لہذا ایسا راوی اگر جمہور سے توثیق ثابت ہو تو حسن الحدیث سے کم نہیں ہوتا۔

ب: ''عندھم'' یعنی ان (نامعلوم لوگوں) کے نزدیک لیس بالمتین ہونا اس لئے بھی مردود ہے کہ یہ نامعلوم لوگ کون ہیں؟ ظاہر ہے کہ مجہول کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ج: ابواحمد الحاکم (پیدائش ۲۹۰ھ أو قبلها ۲۸۵ھ، وفات ۳۷۸ھ) بہت بعد کے علماء میں سے ہیں امام ابن معین وغیرہ کے مقابلے میں مجہول لوگوں سے ان کی نقل کردہ جرح مردود ہے۔

۴: حافظ ابن حجر العسقلانی = " صدوق يرسل وفيه شيعية " (تقریب التہذیب: ۱۹۸۸) یعنی یہ سچا آدمی ہے۔ مرسل روایتیں بیان کرتا تھا اور اس میں شیعیت ہے۔

مرسل روایتیں بیان کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔ امام ابوداود کی کتاب المراسیل پڑھ لیں۔ امام عطاء بن ابی رباح وغیرہ بہت سے تابعین مرسل روایتیں بیان کرتے تھے۔ " فيه شيعية " والی بات دو وجہ سے مردود ہے۔

اول: حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں اس قول کا ذکر وماً خذ بیان نہیں کیا۔ اور تقریب التہذیب، تہذیب ہی کا خلاصہ ہے۔ جب اصل میں ایک قول ہے ہی نہیں تو خلاصے میں کہاں سے آ گیا؟

دوم: حافظ ابن حجر سے پہلے یہ قول محمد بن عمر الواقدی (کذاب) سے مروی ہے؛

عن محمد بن عمر (الواقدی): "وكان من شيعة علي" (کتاب الکنٰی للدولابی ۲/۴۲ وتاریخ دمشق لابن عساکر ۲۰/۲۱۸)
واقدی کذاب ہے دیکھئے میزان الاعتدال وغیرہ، ابراہیم بن ہاشم غیر موثق ہے دیکھئے تاریخ بغداد ۶/۲۰۲، ۲۰۳)
محمد بن ابراہیم بن ہاشم بھی غیر موثق ہے (انظر تاریخ بغداد ۱/۳۹۹) محمد بن ابراہیم کا شاگرد صاحب الکنٰی محمد بن احمد بن حماد الدولابی ضعیف ہے دیکھئے میزان الاعتدال (۳/۴۵۹) معلوم ہوا کہ "فيه شيعية" والا قول ہر لحاظ سے باطل ہے۔
یہ کل جرح تھی۔ ابن حبان کی جرح کا ذکر آخر میں آرہا ہے اب زاذان کی توثیق وتعدیل بھی پڑھ لیں۔

۱۔یحیی بن معین	=ثقہ	(سوالات ابن الجنید: ۲۶۹)
۲۔خطیب بغدادی	=کان ثقہ	(تاریخ بغداد ۸/۴۸۷)
۳۔العجلی	=ثقہ	(تاریخ الثقات: ۴۵۰)
۴۔مسلم	=احتج بہ فی صحیحہ	(۱۶۵۷، ۱۹۹۷ / ۵۷)
۵۔ابن عدی	= واحادیثہ لابأس بہا اذا روی عنہ ثقۃ	(الکامل ۳/۱۰۹۱)
۶۔ابن سعد	= وکان ثقۃ قلیل الحدیث	(الطبقات الکبری ۶/۱۷۹)
۷۔أبوعوانہ الاسفرائنی	= احتج بہ فی صحیحہ	(۵/۲۸۹، ۲۹۰)
۸۔ابن الجارود	= روی لہ فی المنتقٰی : ۸۴۲	

معلوم ہوا کہ ابن الجارود کے نزدیک زاذان صحیح الحدیث ہے دیکھئے میرا مضمون "نصر الرب فی توثیق سماک بن حرب" (ق ص ۱۴)

۹۔الحاکم	= صحح لہ فی المستدرک	
۱۰۔الذھبی	= وکان ثقۃ صادقاً	(سیر اعلام النبلاء ۴/۲۸۰)

حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال (۲/۶۳) میں "صح" لکھ کر زاذان کی توثیق کا اشارہ کر دیا ہے اور یہ کہ اس پر جرح باطل ہے دیکھئے لسان المیزان (۲/۱۵۹ ترجمۃ: حارث بن محمد بن ابی اسامۃ)

۱۱۔ابن شاہین =ثقہ (الثقات: ۴۱۷)
۱۲۔ابن خزیمۃ =احتج بہ فی صحیحہ: ۱۷۹۱
۱۳۔أبونعیم اصبھانی "الناصح المجاب والرائح المثاب" (حلیۃ الاولیاء ۴/۱۹۹)
ابونعیم اصبھانی نے زاذان کو اہل السنہ کے اولیاء میں ذکر کیا ہے (حلیۃ الاولیاء ۴/۱۹۹ ۔۲۰۴) معلوم ہوا کہ وہ ان کے نزدیک شیعہ نہیں تھا۔
☆امام النسائی =لیس بہ بأس (تاریخ دمشق ۲۰/۲۱۲)
اس میں امام نسائی کے شاگرد اور بیٹے ابوموسی عبدالکریم بن احمد بن شعیب النسائی کے حالات نہیں ملے۔ باقی ساری سند صحیح ہے۔

۱۴۔بیہقی =صحح لہ فی شعب الایمان (۳۹۵)واثبات عذاب القبر (ح ۱۹۲)بتحقیقی

۱۵۔القرطبی =صحح لہ فی التذکرۃ ص ۱۱۹کما تقدم

۱۶۔ابن کثیر = " أحد التابعین : فرزقه الله التوبة علی ید عبدالله بن مسعود وحصلت له انابة ورجوع إلی الحق وخشیة شدیدة " (البدایۃ والنہایۃ ۹/۵۰)

۱۷۔ابن حجر العسقلانی =" صدوق یرسل وفیه شیعیة"(تقریب:۱۹۸۸)

یرسل اور فیہ شیعیہ کا جواب پرگزر چکا ہے متقدمین کی اصطلاح میں تشیع اور رفض کا فرق ہے لہٰذا یہ لفظ' جو کہ ثابت بھی نہیں ہے حافظ ابن حجر کے نزدیک جرح نہیں ہے۔حافظ ابن حجر عن البراء والی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

''کما ثبت فی الحدیث'' (فتح الباری ۳/۲۳۵تحت ح ۱۳۷۴)

۱۸۔ابوموسیٰ الاصبھانی =حسنہ (الترغیب والترھیب ۴/۳۶۹)

۱۹۔ابن القیم =قال فی حدیثہ:''فالحدیث صحیح' لاشک فیہ'' (کتاب الروح ص ۶۵)

۲۰۔ابن تیمیہ =حسن حدیثہ (مجموع فتاوی ۴/۲۹۰)

۲۱۔الضیاء المقدسی = أخرج حدیثہ فی المختارۃ (۲/۷۴ح ۴۵۱)

۲۲۔المنذری =ثقۃ مشہور (الترغیب والترھیب ۴/ ۳۶۹ح ۵۲۲۱)

۲۳۔الترمذی =صحح لہ کما تقدم (ص۲۳)

معلوم ہوا کہ محدثین کرام کی بہت بڑی اکثریت زاذان کو ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث وحسن الحدیث قرار دیتی ہے لہٰذا چند علماء کی غیر مفسر وغیر ثابت جرح ان کے مقابلے میں مردود ہے۔

حافظ ابن حبان کا زاذان کے بارے میں رویہ عجیب وغریب ہے وہ اسے کتاب الثقات میں ذکر کرتے ہیں (۴/ ۲۶۵) اور کہتے ہیں: "یخطئ کثیرا ً" وہ بہت غلطیاں کرتا تھا۔

ظاہر ہے کہ جو بہت غلطیاں کرے وہ ضعیف ہوتا ہے ثقہ نہیں ہوتا لہٰذا اسے کتاب الثقات میں ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟ اگر ثقہ ہے تو وہ ''یخطئ کثیرا'' بالکل نہیں ہے۔

گویا حافظ ابن حبان کا قول اور الثقات میں راوی کا ذکر دونوں متناقض ہو گئے اگر امام ابن حبان کے دو اقوال میں تعارض وتناقض واقع ہو جائے تو دونوں ساقط ہو جاتے ہیں (قال الذہبی:" فتساقط قولاہ " میزان الاعتدال ۲/ ۵۵۲ ترجمۃ عبدالرحمان بن ثابت بن الصامت) یہی اصول دیگر لوگوں کے بارے میں بھی ہے۔

حافظ ابن حبان نے زاذان کو کتاب: مشاھیر علماء الأمصار (ت:۷۵۱ میں بھی ذکر کیا ہے (ص ۱۰۴) اور کہا: "وکان یھم فی الشئ بعد الشئ " یعنی اسے بعض دفعہ بعض اشیاء میں وہم ہو جاتا تھا۔معلوم ہوا کہ ابن حبان نے ''یخطئ کثیراً'' سے رجوع کرلیا ہے .اس رجوع کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابن حبان زاذان کی روایت اپنی صحیح میں لائے ہیں (الاحسان ۲/۱۳۴ح ۹۱۰)

یعنی یہ ان کے نزدیک صحیح الحدیث ہے.

خلاصہ یہ ہے کہ زاذان پر منکرین عذاب القبر کی نقل کردہ تمام جرحیں باطل و مردود ہیں اور زاذان ابو عمر ثقہ و صحیح الحدیث ہے والحمدللہ، المستدرک للحاکم (۱/ ۳۹) میں مختصر روایت میں ابو اسحاق السبیعی نے زاذان کی متابعت کر رکھی ہے، براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اسے عدی بن ثابت بھی بیان کرتے ہیں (کتاب الروح ص ۶۶) اس کا راوی عیسیٰ بن المسیب جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

خلاصۃ التحقیق: زاذان ابو عمر رحمہ اللہ ثقہ و صحیح الحدیث ہیں اور اُن پر ڈاکٹر مسعود عثمانی وغیرہ کی جرح مردود ہے۔ والحمدللہ

﴿منھال بن عمرو، میزان جرح وتعدیل میں﴾

منھال بن عمرو صحیح بخاری و سنن اربعہ کے راوی ہیں۔

صحیح البخاری :۳۳۷۱، ۵۵۱۵، سورۃ حم السجدۃ باب: اقبل ح ۴۸۱۶

ابوداود :۳۱۰۶، ۴۷۳۷، ۵۲۱۷

ترمذی :۲۰۶، ۲۰۸۳، ۳۳۵۵، ۳۶۱۱، ۳۷۸۱، ۳۸۷۲

نسائی :۵۴۵۱، ۳۰۰۹، ۸۹۳، ۸۹۴

ابن ماجہ :۱۲۰، ۳۳۹، ۶۱۵، ۹۷۱، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۲۱۱۲، ۳۵۲۵، ۴۰۲۱

ابن حبان :الاحسان: ۶۹۲۱، ۲۹۶۷، موارد: ۱۴۷، ۲۲۲۹

ابن خزیمہ :۲۸۳۰

المختارۃ للضیاء المقدسی ۳/ ۳۶۸۔۳۸۶ ح ۳۹۴۔۴۱۲

الحاکم :۱/ ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۴/ ۲۱۳

اب منھال پر جرح کے اقوال مع تبصرہ پیش خدمت ہیں۔

۱۔ شعبہ = امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ:

"**ترک شعبة المنهال بن عمرو علی عمد**" شعبہ نے جان بوجھ کر منھال کو ترک کر دیا تھا (الضعفاء للعقیلی ۴/ ۲۳۶ والجرح والتعدیل ۸/ ۳۵۷) شعبہ ۱۶۰ھ میں فوت ہوئے اور امام احمد ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے لہٰذا یہ قول بے سند اور منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے،

وھب بن جریر سے روایت ہے کہ شعبہ نے فرمایا:

أتيت منزل منهال بن عمرو فسمعت منه صوت الطنبور فرجعت ولم أسأله.

میں منھال بن عمرو کے گھر کے پاس آیا تو میں نے وہاں سے طنبور (باجے) کی آواز سنی میں واپس چلا گیا اور اس سے پوچھا تک نہیں۔

وھب نے کہا کہ میں نے کہا:

وھل لا سألته فعسی کان لا یعلم اورآپ نے اس سے پوچھا کیوں نہیں ہوسکتا ہے کہ اسے پتہ ہی نہ ہو۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی ۴/ ۲۳۷)

معلوم ہوا کہ امام شعبہ کی جرح صحیح نہیں ہے .حافظ ذہبی اس جیسی شعبہ کی جرح نقل کرکے فرماتے ہیں:

وھذا لایوجب غمز الشیخ اوراس سے شیخ پر جرح لازم نہیں ہوتی (میزان الاعتدال ۴/ ۱۹۲)

۱۔شعبہ کی منھال پر جرح اس کی بیان کردہ ایک خاص حدیث ''حدیث ابی بشر عن مجاھد: حدیث الطیر'' سے ہے دیکھئے کتاب العلل لاحمد (۱۲۷۱) وموسوعۃ اقوال احمد (۳/ ۴۰۴) واللفظ لہ۔امام بخاری فرماتے ہیں کہ: روی عنہ منصور وشعبہ (التاریخ الکبیر ۸/ ۱۲) یعنی منھال سے منصور اور شعبہ نے روایت بیان کی ہے۔راقم الحروف نے اپنے رسالہ ''نصر الرب'' میں ثابت کیا ہے کہ شعبہ عام طور پر اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایتیں کرتے تھے (ص ۱۳) لیکن حافظ ذہبی نے بغیر کسی مستند حوالے کے لکھا ہے کہ: ''**ثم ترکه بآخره**'' (الکاشف: ۵۷۵۲) یعنی شعبہ نے آخر میں منھال کو ترک کردیا تھا۔واللہ اعلم

۲۔مغیرہ (بن مقسم) صاحب ابراھیم = مغیرہ سے منسوب جرح تاریخ دمشق (۶۳/ ۲۷۳، ۲۷۴) میں مذکور ہے اس کا راوی محمد بن عمر الحنفی مجہول ہے .حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

''محمد بن عمر الحنفی راوی الحکایۃ فیہ نظر'' (اس) حکایت کے راوی محمد بن عمر الحنفی میں نظر ہے (تھذیب التھذیب ۱۰/ ۳۲۰)

۳۔یحیی القطان = حاکم نے بغیر سند اور بغیر کسی حوالے کے نقل کیا کہ غمزہ یحیی بن سعید (القطان) یعنی: یحیی القطان نے منھال پر جرح کی' (میزان الاعتدال ۴/ ۱۹۲)

یہ جرح تین وجہ سے مردود ہے۔

ا۔جرح غیر مفسر ہے ب۔جرح کے ثبوت میں نظر ہے ج۔جمہور محدثین کی توثیق کے خلاف ہے۔

۴: جوزجانی = سیئ المذھب (أحوال الرجال: ۴۳) تاریخ دمشق میں یہ اضافہ ہے کہ: وقد جری حدیثہ (۶۳/ ۲۷۵)

۵: ابن حزم = لیس بالقوی (سیر أعلام النبلاء ۵/ ۱۸۴)

۶: یحیی بن معین = اس کی شان گھٹاتے تھے (تاریخ دمشق ۶۳/ ۲۷۵)

اس کے راوی احوص بن مفضل کو دارقطنی نے لیس بہ بأس کہا اور ابن حجر نے کہا: ''**وأورد ... حدیثاً منکرًا لیس فی سندہ ما یتھم بہ غیرہ**'' (لسان المیزان ۱/ ی ۳۳۲ ت ۱۰۲۲)

تنبیہ: احوص بن المفضل کے بارے میں راجح یہی ہے کہ وہ لیس بہ بأس (یعنی صدوق حسن الحدیث) ہے۔دیکھئے سوالات السہمی للدارقطنی (۲۰۸)

ان جارحین کے مقابلے میں معدلین وموثقین کے اقوال بھی پڑھ لیں

۱۔یحیی بن معین = ثقہ (تاریخ یحیی بن معین: ۱۹۸۷، الجرح والتعدیل ۸/ ۳۵۷)

۲۔العجلی =ثقة (تاریخ الثقات:۱۶۴۳)
۳۔الدارقطنی =صدوق (سوالات الحاکم للدارقطنی:۴۸۴)
۴۔البخاری =روی لہ فی صحیحہ:۱۷۳۳، ۵۵۱۵، قبل ح ۴۸۱۶
۵۔ابن خزیمہ =روی لہ فی صحیحہ :۲۸۳۰
۶۔ابن حبان =روی لہ فی صحیحہ:موارد:۱۴۷، ۲۲۲۹، الاحسان:۱۹۲۱، ۲۹۶۷
۷۔الضیاء المقدسی=روی لہ فی المختارة (۳/ ۳۶۸۔۳۸۶ ح ۳۹۴۔۴۱۲)
۸۔الحاکم =صحح لہ فی المستدرک (۱/ ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۴/ ۲۱۳) وغیرہ
۹۔الترمذی =قال فی حدیثہ:"حسن صحیح" (۲۰۶۰)
۱۰۔ابن شاہین =ثقة (الثقات:۱۴۱۲)
۱۱۔بیہقی =صحح حدیثہ (شعب الایمان:۳۹۵)
۱۲۔ابوعوانہ =روی لہ فی صحیحہ (اتحاف المہرة ۲/ ۴۵۹ ح ۲۰۶۳)
۱۳۔الذھبی =صحح حدیثہ (تلخیص المستدرک ۱/ ۳۷۔۴۰)

ذہبی نے میزان الاعتدال میں منہال کے ساتھ "صح" کی علامت لکھی ہے (۴/ ۱۹۲) تعدیل زاذان (حوالہ نمبر۱۰) میں بحوالہ لسان المیزان (۲/ ۱۵۹) گزر چکا ہے کہ ایسے راوی پر جرح باطل ہوتی ہے اس کے باوجود حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۵/ ۱۸۴) میں یہ عجیب وغریب بات لکھ دی ہے کہ:
"**حديثه في شأن القبر بطوله فيه نكارة و غرابة**" یعنی اس کی عذاب القبر والی حدیث میں اجنبیت اور اوپرا پن ہے. ذہبی کا یہ قول ان کی تعدیل کے مقابلے میں باطل ہے.

۱۴۔محمد بن اسحاق بن یحیی بن مندہ =صحح حدیثہ فی کتاب الایمان (۲/ ۸۲۰ ح ۸۴۴)
۱۵۔ابن حجر العسقلانی =صدوق/ ربما وھم (تقریب التھذیب:۶۹۱۸)

ایسا راوی حافظ ابن حجر اور عام محدثین کے نزدیک حسن درجے کا ہوتا ہے
تحریر تقریب التھذیب میں حافظ ابن حجر کے قول پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہوا ہے کہ:
"**بل ثقة فقد وثقه الأ ئمة :ابن معين والنسائي والعجلي وذكره ابن حبان في الثقات ولم يجرح بجرح حقيقي ..**" (۳/ ۴۲۱)

☆النسائی= حافظ المزی نے بغیر کسی سند کے نسائی سے نقل کیا کہ:"ثقة" یعنی منہال ثقہ ہے (تھذیب الکمال ۱۸/ ۴۱۲)
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کے نزدیک منہال ثقہ وصدوق ہے لہٰذا اسکی یہ روایت صحیح یا حسن لذاتہ ہے۔
اس کی بیان کردہ حدیث کی تائید والی روایتیں بھی ہیں مثلاً: سنن ابن ماجہ (کتاب الزھد باب ذکر الموت والاستعداد لہ (ح ۴۲۶۲) والی حدیث "**ثم تصير إلى القبر**" یعنی پھر قبر میں روح چلی جاتی ہے۔اس کی سند بالکل صحیح ہے:

''حدثنا ابوبکر بن ابی شیبہ حدثنا شبابہ عن ابن أبي ذئب عن محمد بن عمرو بن عطاء عن سعید بن یسار عن أبي ھریرۃ'' الخ. اس میں نہ زاذان ہے اور نہ منھال بن عمرو' اسے البوصیری (زوائد) المنذری (الترغیب والترھیب ۴/۳۷۰) اور ابن القیم (الروح ص۱۵۵) نے صحیح کہا ہے۔

تعدیلِ زاذان میں (ص۲۷) پر متابعت والی دو روایتیں گزر چکی ہیں مزید تفصیل کیلئے میرے بھائی محترم مولانا ابو جابر عبداللہ الدامانوی کی کتاب الدین الخالص حصہ اول پڑھ لیں۔

جواب، سوال نمبر ۲:

چونکہ قبر میں اعادہ روح برزخی ہوتا ہے جس کا دنیاوی اعادے سے کوئی تعلق نہیں (دیکھئے شرح عقیدہ طحاویہ لابن ابی العز الحنفی ص ۴۵۱) لہٰذا نکلنے نکالنے یا داخل ہونے سے دنیاوی زندگی ثابت نہیں ہو جاتی۔ اور اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے۔ جس کا علم ہی نہیں اس کے بارے میں قیاس آرائیوں سے بچنا چاہئے۔

جواب، سوال نمبر ۳ :

حدیث براء اور دیگر احادیث مثلاً عمرو بن لُحَیّ وغیرہ میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

اعادہ روح برزخی ہے دیکھئے شرح عقیدہ طحاویہ (ص ۴۵۰) اور عمرو بن لحي والا واقعہ بھی برزخی ہے۔ قبر کا تعلق جنت یا جہنم سے عالم برزخ میں قائم ہے جسے ہم محسوس نہیں کر سکتے۔

جواب، سوال نمبر ٤:

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ والی روایت میں علیین و سجین کی کتابوں میں لکھنے کا ذکر آیا ہے (مسند احمد ۴/ ۲۸۷، ۲۸۸ ح ۱۸۷۳۳) اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ علیین میں جسے لکھ دیا گیا وہ جنت میں اور سجین والا دوزخ میں ہے۔

جواب، سوال نمبر ۵:

یہ روایت بالکل صحیح ہے ابو عاصم الضحاک بن مخلد النبیل پر جرح باطل ہے۔ یہ صحیحین کے بنیادی راوی ہیں، انہیں بخاری' مسلم' یحیی بن معین' العجلی' محمد بن سعد وغیرھم جمہور محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے. ایسے راوی پر ایک دو علماء کی جرحیں باطل و مردود ہوتی ہیں۔

روایت کا ترجمہ پڑھ کر مفہوم خود سمجھ لیں یا کسی قریبی صحیح العقیدہ عالم سے ترجمہ کروا کر سن لیں. حدیث صحیح پر ایمان لانے میں ہی دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔

جواب، سوال نمبر ٦ :

یہ بات صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی وروحی) کا جسم اطہر مبارک مدینے والی قبر میں اور روح مبارک جنت میں ہے جیسا کہ آپ کی ذکر کردہ صحیح حدیث' حدیث بخاری (ح ۱۳۸۶) سے واضح ہے۔

جواب، سوال نمبر ۷:

مُردے پر زندوں کے اعمال پیش ہونے والی کوئی روایت بھی صحیح نہیں ہے تفسیر ابن کثیر (۳/ ۴۳۹ تحت آیۃ ۵۲، ۵۳ من

سورۃ الروم) میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اقارب والا واقعہ بے اصل ہے. جو لوگ اسے صحیح سمجھتے ہیں ان پر یہ لازم ہے کہ وہ اس کی پوری سند مع توثیق اسماء الرجال پیش کریں۔

صرف کسی کا حوالہ دے دینا کافی نہیں ہے مثلاً تفسیر ابن کثیر میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے منسوب بے اصل قصے سے پہلے ابن ابی الدنیا کی کتاب سے منقول ایک روایت کا راوی خالد بن عمرو الاموي: کذاب، منکر الحدیث، متروک الحدیث ہے۔ دیکھئے تھذیب الکمال (۳۹۴/۵، ۳۹۵)

اسی ایک مثال سے ان بے اصل روایات کی حقیقت سمجھ لیں۔ جس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مردہ اپنی قبر کی زیارت کرنے والے کو پہچانتا ہے اسکی راویہ فاطمہ بنت الریان کے حالات نہیں ملے دیکھئے السلسلہ الضعیفۃ للشیخ الالبانی رحمہ اللہ (۹/ ۴۷۵ ح ۴۴۹۳) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس مفہوم کی دیگر روایات پر جرح کر کے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ روایت ''ضعیف'' ہے دیکھئے (ص۴۷۳ تا ص۴۷۶) آپ کی ذکر کردہ مسند احمد والی روایت (ج ۳ ص۱۶۴، ۱۶۵ ح ۱۲۷۱۳) بھی ''عمن سمع '' والے مجہول راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

جواب، سوال نمبر ۸:

ڈاکٹر مسعود احمد عثمانی ایک مشہور کذاب و دجال اور تکفیری و خارجی عقیدے والا آدمی تھا۔ اس نے میرے سامنے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو کافر کہا تھا۔ لہٰذا جب تک اصل کتاب نہ دیکھ لیں ڈاکٹر مسعود کی نقل و روایت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اصل مصادر کی طرف خود رجوع کر کے تحقیق کریں یا پھر ہمیں ڈاکٹر مسعود والے حوالے لکھ کر بھیجیں تا کہ ان کی تحقیق کی جا سکے۔

تنبیہ: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے منسوب کتاب الصلوۃ اور مسدد کے نام خط دونوں باسند صحیح ثابت نہیں ہیں۔ کتاب الصلوۃ کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ھو موضوع علی الإمام'' یعنی: وہ موضوع (کتاب) ہے جو امام احمد سے منسوب کر دی گئی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۱/۳۳۰) نیز دیکھئے الحدیث: ۵ ص۲۲

جواب، سوال نمبر ۹:

یہ قول امام بخاری کی کتاب جزء القراءۃ میں موجود ہے (مترجم مع عربی ص۱۳۳ ح ۲۶۹ ب) اسکی سند حسن لذاتہ ہے یعنی یہ صحیح و قابل حجت ہے۔ نیز دیکھئے ماہنامہ شہادت اسلام آباد، مارچ ۲۰۰۰ء ج ۷ شمارہ: ۳ ص۳۲۔۳۷

جواب، سوال نمبر ۱۰:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ سکتے کرنا کتاب القراءت للبیہقی (ص۱۰۳) میں باسند حسن لذاتہ ثابت ہے. حسن لذاتہ روایت حجت ہوتی ہے۔

تنبیہ: راقم الحروف نے راویوں پر جرح و تعدیل کے جو اقوال پیش کئے ہیں ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ جمہور محدثین کا موقف بیان کر کے اسے ترجیح دی جائے. میرے نزدیک جرح و تعدیل میں تعارض کی صورت میں اگر تطبیق و توثیق ممکن نہ ہو تو ہمیشہ جمہور محدثین کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی پر میرا عمل ہے. دیکھئے میری کتاب نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین (ص۵۹/۶۰ و طبع قدیم ص۴۱، ۴۲)

تاج الدین عبدالوهاب بن علی السبکی (متوفی ۷۷۱ھ) کہتے ہیں:

" والجرح مقدم إن كان عدد الجارح أكثر من المعدل إجماعاً، وكذا إن تساويا أو كان الجارح أقل ، وقال ابن شعبان : يطلب الترجيح "

اگر معدلین (توثیق کرنے والوں) کے مقابلے میں جارحین کی تعداد زیادہ ہو تو بالا جماع جرح مقدم ہو جاتی ہے، اور اگر برابر ہوں تو بھی جرح مقدم ہو جاتی ہے، یا اگر جارح کم ہوں تو (سبکی کے نزدیک جرح مقدم ہے) اور ابن شعبان نے کہا: ترجیح دیکھی جائے گی یعنی دوسرے دلائل سے ترجیح دیں گے۔ (قاعدہ فی الجرح والتعدیل ص ۵۰، ۵۱ واللفظ لہ ،جمع الجوامع ۲/۱۷۲) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس پر اجماع ہے کہ جارحین (یعنی ماہر اہلِ فن ثقہ محدثین) کی اکثریت کی حالت میں جرح مقدم ہوتی ہے۔ رہا مسئلہ جرح میں برابری یا جارحین کی قلت کا تو اس صورت میں راقم الحروف کے نزدیک تحقیق درج ذیل ہے: (۱) جارحین ومعدلین دونوں برابر برابر ہوں، ایسی کوئی مثال میرے علم میں نہیں ہے (۲) جارحین کی قلت کی صورت میں معدلین کی تعدیل مقدم ہوگی۔

محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں کہ: "جب کسی راوی میں توثیق اور تضعیف جمع ہو جائیں تو محدثین کے نزدیک اکثر کے قول کا اعتبار ہے اور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ جب کسی راوی میں جرح وتعدیل جمع ہو جائیں تو جرح مبہم کے مقابلہ میں تعدیل کو ترجیح ہوگی اگر چہ جارحین کا عدد معدلین کے عدد سے زیادہ ہو اور احتیاط بھی قبول ہی کرنے میں ہے..." (سیرت المصطفیٰ ج ا ص ۹۷) اس میں (دیوبندی) فقہاء کے مقابلے میں محدثین کا قول ہی راجح ہے۔

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں کہ: "بایں ہمہ ہم نے توثیق وتضعیف میں جمہور ائمہ جرح وتعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا" (احسن الکلام ج ا ص ۴۰)

تنبیہ: محدث اگر کسی روایت کی تصحیح یا تحسین کرے (یعنی صحیح یا حسن کہے) تو یہ اس محدث کے نزدیک اس روایت کے راویوں کی توثیق ہوتی ہے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ: **"وصحح حديثه ابن المنذر وابن حزم وغيرهما فذلك توثيق له والله أعلم "** اس کی حدیث کو ابن المنذ ر اور ابن حزم نے صحیح کہا اور یہ اس (راوی) کی توثیق ہے واللہ اعلم (میزان الاعتدال ۴/ ۵۵۸ ت ۱۰۴۷۸)

ابن القطان الفاسی نے کہا: **" وفي تصحيح الترمذي إياه توثيق لزينب وسعد بن إسحاق "** اور ترمذی کے اس حدیث کو صحیح کہنے میں زینب اور سعد بن اسحاق کی توثیق ہے۔ (بیان الوهم والایهام الواقعین فی کتاب الاحکام ۵/ ۳۹۵ ح ۲۵۶۲ ،نصب الرایۃ ۳/۲۶۳) یہی موقف صاحب الامام (نصب الرایۃ ۱/ ۱۴۹) اور شیخ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ کا ہے (السلسلۃ الصحیحۃ ۶/ ۶۶۰ ح ۲۷۸۳، ۷/ ۱۶، ح ۳۰۰۷) نیز دیکھئے الاقتراح لابن دقیق العید (ص ۳۲۵۔۳۲۸) توجیہ القاری للشیخ ثناء اللہ الزاھدی (ص ۶۳)

تنبیہ: ان جوابات میں بعض مقامات پر ضروری اصلاح اور اضافہ بھی کیا گیا ہے تاکہ قارئین کی خدمت میں زیادہ سے زیادہ معلومات پیش کر دی جائیں۔ والحمد للہ **وما علينا إلا البلاغ**

تصنیف: الشیخ عبدالمحسن العباد المدنی　　　ترجمہ: حافظ عبدالحمید ازہر

اتباعِ کتاب وسنت

فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن بن حمد العباد المدنی حفظہ اللہ (مدرس مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) جزیرۃ العرب کے کبار علماء میں سے ہیں ۔ مدینہ یونیورسٹی کے نائب رئیس (vice-chancellor) رہ چکے ہیں ۔ حدیث اور فقہ آپ کا خاص موضوع ہے ۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں زیر نظر کتاب "الحث علی اتباع السنة والتحذیر من البدع وبیان خطرها" ان کی مختصر اور جامع تصنیف ہے جس کا اردو ترجمہ ممتاز عالم دین حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ نے انتہائی آسان اور سلیس انداز میں کیا ہے [جزاهما اللہ خیرا] جسے افادہ عام کے لئے ماہنامہ ''الحدیث'' میں قسط وار شائع کیا جارہا ہے ۔ (حافظ ندیم ظہیر)

خطبۂ مسنونہ ....أما بعد :

حقیقت یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی اپنے بندوں پر نعمتیں اس کثرت سے ہیں کہ (نہ) انہیں کسی دائرہ میں محدود کیا جاسکتا ہے اور نہ شمار کیا جاسکتا ہے اور سب سے بڑی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے آخری زمانے کے جن وانس پر فرمائی ، یہ ہے کہ ان میں اپنا معزز و محترم رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ۔ انہوں نے وہ پیغام اور وہ (دین) جسے دے کر انہیں بھیجا گیا تھا مکمل اور تام شکل میں لوگوں تک پہنچا دیا ۔ امام محمد بن مسلم ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کا قول ہے :

''(رسالت کا) پیغام اللہ عزوجل کی طرف سے ہے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ اسے پہنچانا تھا اور اسے تسلیم کرنا ہمارا فریضہ ہے''

(امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ قول صحیح بخاری کی کتاب التوحید کے باب قول اللہ تعالیٰ ﴿ یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ﴾ کے آغاز میں تعلیقاً ذکر کیا ہے ۔ [۵۰۳/۱۳ مع فتح الباری قبل ح ۷۵۳۰]) تو جو چیز اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے وہ پیغام (ہدایت) ہے ، وہ آچکا ، جبکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے : ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ج ﴾ [النحل : ۳۶]

اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا تا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں کی عبادت سے اجتناب کرو ۔

نیز فرمایا : ﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ ج وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴾ [آل عمران : ۱۶۴]

اللہ نے ان مومنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر کو مبعوث فرمایا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور کتاب وحکمت (سنت) کی تعلیم دیتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے ۔

اور جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تھا وہ بھی کامل ترین طریقہ سے انجام پاچکا جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے :

﴿ فَهَلۡ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ﴾ تو کیا پیغمبروں کے ذمہ احکام کی کھلی تبلیغ کے سوا کچھ اور بھی ہے؟[النحل:۳۵]
نیز فرمایا:﴿ وَمَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ﴾ اور پیغمبر کے ذمہ واضح طور پر پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔[النور:۵۴]

باقی رہا بندوں کا فریضہ،تو وہ تسلیم واطاعت ہے۔اس بارے میں لوگ تقسیم ہو گئے ہیں،ایک تو وہ ہیں جو توفیق سے بہرہ مند ہو کر راہ حق کی اتباع کرنے والے ہیں۔دوسرے وہ ہیں جو توفیق سے محروم راہ حق سے بھٹک کر دوسرے راستوں پر چل نکلے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىۡ مُسۡتَقِيۡمًا فَاتَّبِعُوۡهُ‌ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ‌ ؕ ذٰ لِكُمۡ وَصّٰٮكُمۡ بِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴾ اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے پس تم اسی پر چلنا اور دوسرے راستوں پر نہ چلنا کہ یہ تمہیں اللہ کی راہ سے الگ کر دیں گے۔اللہ تمہیں ان باتوں کا حکم دیتا ہے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔[الانعام:۱۵۳]

شریعت اسلامیہ کی صفات میں سے ہے کہ: یہ محفوظ اور باقی رہنے والی ہے، یہ عام ہے، یہ کامل ہے،اور یہ شریعت جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے معزز و محترم رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے تین صفات کی حامل ہے جو بقا،عموم اور کمال ہیں۔ چنانچہ یہ شریعت قیامت تک باقی رہنے والی ہے جب کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰـكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ‌ ؕ﴾ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور نبیوں کی مہر ہیں (یعنی ان پر نبوت ختم ہے)[الاحزاب:۴۰]

بخاری(۷۱)مسلم(۱۰۳۷) نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا،فرما رہے تھے: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کر لے اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے،اور میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں عطا کرنے والا تو اللہ ہے۔اور یہ امت اللہ کے حکم پر قائم رہے گی ان کی مخالفت کرنے والا انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ (قیامت کا دن) آ جائے گا۔

آپ کی دعوت ثقلین یعنی جن وانس کیلئے عام ہے اور وہی آپ کی امت یعنی امتِ دعوت ہیں اس لیے ہر جن وانسان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر قیامت کے قائم ہونے تک اس دین حنیف میں داخل ہونے کی دعوت دے دی گئی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:﴿ وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِؕ وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴾

اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔[یونس:۲۵]

تو اس آیت کریمہ میں امتِ دعوت کی طرف اشارہ ہے اور امت اجابت (جو دعوت حق قبول کر چکے) کی طرف بھی '' وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ '' اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے، میں امتِ دعوت مراد ہے یعنی وہ ہر ایک کو بلاتا ہے۔مفعول اس لیے حذف کیا گیا ہے کہ جملہ عموم کا فائدہ دے اور فرمان الٰہی ﴿ وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴾ ''اور جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے'' میں امتِ اجابت مراد ہے۔اس لیے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے سیدھی راہ پر آنے کی توفیق مرحمت فرمائی اُنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کی اور

آپ کے دین حنیف میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا اور مسلمان ہو گئے۔ امتِ اجابت کے لیے ہدایت کا حاصل ہونا محض اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے ہے اور اس طرح سیدھے راستے کی طرف آنا یہ ہدایت یافتگان کے لیے اللہ کی توفیق ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ ج﴾ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ جسے چاہتے ہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ [القصص: ۵۶]

جہاں تک اس ہدایت کا تعلق ہے جس کا مطلب رہنمائی اور ارشاد ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنے فرمان: ﴿ وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾ [الشوریٰ: ۵۲] ''(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سیدھا راستہ دکھاتے ہیں'' میں اس کا اثبات کیا ہے۔ اس کا معنی یہی ہے کہ آپ رہنمائی کرتے ہیں راہ دکھاتے ہیں آپ کی دعوت کے عموم وشمول کے دلائل میں سے اللہ عزوجل کا یہ فرمان بھی: ﴿ قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ﴾ ''(اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دو اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں'' [الاعراف: ۱۵۸] اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی: ''**والذي نفسي بيده لا يسمع بي أحد من هذه الأمة يهودي ولا نصراني ثم يموت ولم يؤمن بالذي أرسلت به إلا كان من أصحاب النار**''

اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ان لوگوں میں سے کوئی بھی: یہودی ہو یا نصرانی میرے متعلق سن لے اور پھر اس حالت میں مرجائے کہ مجھے جس دین کے ساتھ بھیجا گیا ہے اس پر ایمان نہ لائے تو وہ جہنمی ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۱۵۳)

اور اس کی تصدیق اللہ کی کتاب میں ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿وَمَنْ یَّکْفُرْ بِہٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُہٗ ﴾ [ہود: ۱۷] ''اور ان جماعتوں میں سے جو کوئی اس کا منکر ہو تو اس کا ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہے'' کی تفسیر میں سعید بن جبیر (تابعی) رحمہ اللہ سے وارد ہے۔ جسے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے سورۂ ھود کی اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔[1] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت میں جنوں کے ساتھ شامل ہونے کی دلیل میں سے اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے: ﴿ وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ج فَلَمَّا حَضَرُوْہُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ج فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِھِمْ مُّنْذِرِیْنَ O قَالُوْا یٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا کِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ یَھْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ وَاِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ O یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ وَاٰمِنُوْا بِہٖ یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وَیُجِرْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ O وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰہِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَلَیْسَ لَہٗ مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَاءُ ط اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴾

اور جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تمہاری طرف متوجہ کیا کہ قرآن سنیں تو جب وہ اس کے پاس آئے تو آپس میں کہنے لگے خاموش ہو جاؤ۔ جب قرأت تمام (پوری) ہوئی تو وہ اپنی برادری کے لوگوں کی طرف انہیں

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ۳/ ۵۲۷ و تفسیر طبری ۱۲/ ۱۳ و سندہ صحیح إلی سعید بن جبیر رحمہ اللہ زبیر علی زئی

نصیحت کرنے کے لیے چلے گئے۔ کہنے لگے کہ اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے اور سچا دین اور سیدھا راستہ بتاتی ہے۔ اے قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول کرلو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دکھ دینے والے عذاب سے پناہ دے گا۔ اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا تو وہ زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکے گا۔ اور نہ اس کے سوا اس کے حمایتی ہوں گے۔ یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔ [الاحقاف: ۲۹۔۳۲] نیز اللہ تعالیٰ نے سورۂ رحمٰن میں فرمایا: ﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴾ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاتے ہو۔

اس میں بھی خطاب انسانوں اور جنوں کو ہے۔ یہ آیت اس سورت میں اکتیس (۳۱) مرتبہ ذکر ہوئی ہے اور سنن ترمذی میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے اور ان پر سورۂ رحمٰن اول سے لے کر آخر تک پڑھی، ان لوگوں نے خاموشی سے سنی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جنوں سے ملاقات کی۔ رات یہ سورت جنوں کے سامنے تلاوت کی تو ان کا جواب تمہارے جواب سے اچھا تھا۔ میں جب بھی اس آیت پر پہنچتا ﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴾ ''تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاتے ہو'' تو وہ کہتے '' **لا بشیٔ من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد**'' اے ہمارے رب! ہم تیری نعمت میں سے کسی چیز کو نہیں جھٹلاتے اور سب حمد تیرے لیے ہے۔ (الترمذی: ۳۲۹۱ وھو حدیث حسن وللحدیث شواہد عند البزار کشف الاستار ۳/۴۷ ح ۲۲۶۹ تفسیر الطبری ۲۷/۷۲ وغیرہما)

تفسیر ابن جریر میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے اس کا ایک شاہد بھی ہے اس کی تخریج کے لیے ملاحظہ ہو محدث الالبانی رحمہ اللہ کا سلسلہ صحیحہ۔ (۲۱۵۰) اسی طرح قرآن کی سورۃ الجن میں بھی اللہ تعالیٰ نے جنوں کے کچھ اقوال ذکر فرمائے ہیں۔

اس شریعت کا تیسرا وصف اس کی کاملیت ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب عزیز میں ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً ﴾ ''آج میں نے تمہارے لیے دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لیے دین کے طور پر اسلام کو پسند کیا'' [المائدہ: ۳]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' **لقد ترکتم علی مثل البیضاء لیلها کنهارها لا یزیغ عنها إلا هالک** '' (ابن ابی عاصم: ۴۷۔۴۹، سنن ابن ماجہ ح ۴۳، صحیح)

صحیح مسلم (حدیث: ۲۶۲) میں سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے (بطورِ تمسخر) کہا: تمہیں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز سکھائی ہے یہاں تک کہ قضائے حاجت کے بیٹھنے کا طریقہ بھی بتایا تو انہوں نے کہا کہ (جی ہاں) ہمیں منع کیا کہ ہم پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کریں اور اس دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا اور اس بات سے بھی کہ ہم تین سے کم پتھروں سے استنجاء کریں اور ہڈی یا لید وغیرہ سے استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا۔

یہ ثبوت ہے کہ شریعت مکمل ہے اور ایسے تمام امور کو شامل کیا ہے جن کی امت کو ضرورت ہوتی ہے حتیٰ کہ قضائے حاجت کے آداب تک سکھا دیئے گئے ہیں۔ صحیح مسلم ہی میں (حدیث: ۱۸۴۴) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " **إنه لم یکن نبی قبلي إلا کان حقاً علیه أن یدل أمته علی خیر ما یعلمه وینذر هم شر ما یعلمه لهم** " جو بھی نبی ہوا اس کے ذمہ تھا کہ جو بھلائی بھی وہ جانتا ہے اپنی امت کی اس کی طرف رہنمائی کرے اور جس جس برائی کو جانتا ہے اس سے انہیں ڈرائے۔ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نیکی چھپا کر اس دنیا سے نہیں گئے دین کی سب باتیں امتیوں کو بتا دیں)

صحیح بخاری میں (حدیث: ۵۵۹۸) ہے کہ ابوالجویریہ کہتے ہیں میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (مشروب) بادہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے فرما گئے: جو نشہ آور ہے وہ حرام ہے۔ نیز فرمایا: مشروب وہ ہے جو حلال اور طیب ہو اور حلال اور طیب کے بعد حرام اور خبیث کے سوا کچھ نہیں۔

بادہ مشروبات میں سے ایک (نشہ آور) قسم ہے مطلب یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نے اس کا اور اس کے علاوہ تمام انواع کا احاطہ کر رکھا ہے۔ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: **ما أسکر فهو حرام** ''جو نشہ لائے وہ حرام ہے'' کا عموم ہے۔ اس حدیث کا عموم دلالت کرتا ہے کہ ہر نشہ آور چیز خواہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی یا بعد میں بنی ہو مائع یا جامد اور ٹھوس ہو حرام ہے جو ایسے نہ ہو وہ حلال ہے۔

سگریٹ جو بعد کے زمانے میں ایجاد ہوا اس کے بارے میں بھی وہی کہا جائے گا جو (بادہ) کے بارے میں کہا جا چکا ہے کہ شریعت اپنے عمومات سے اس کی حرمت پر دلالت کرتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا: ﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ..﴾ اور آپ طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام کرتے ہیں۔ [الاعراف: ۱۵۷] اور یہ طیبات میں سے نہیں بلکہ خبائث میں سے ہے اس لئے حرام ہی ہوگا، مزید برآں یہ ایسے امراض کا سبب بنتا ہے جو موت کے منہ میں لے جاتے ہیں اس میں مال کا ضیاع ہے اور اس کی بدبو لوگوں کی ایذارسانی کا ذریعہ بنتی ہے۔ یہ تمام امور اس کی حرمت پر دلالت کرتے ہیں۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں چھوڑ کر گئے تو اپنے پروں سے اڑنے والا کوئی پرندہ نہ تھا جس کے بارے میں ہمارے پاس علم نہ ہو۔ (ابن حبان موارد الظمآن ۱/۲۸ ح ۷۱)(۱)

پرندوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں سے ہی ہمارے پاس وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ " **نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کل ذی ناب من السباع وعن کل ذي مخلب من الطیر** '' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر

---

(۱) اس روایت کی سند ضعیف ہے کیونکہ سفیان بن عیینہ اور فطر بن خلیفہ دونوں مدلس ہیں اور روایت معنعن (عن سے) ہے۔ (حافظ زبیر علی زئی)

کچلیوں والے جانوراور پنجہ(سے شکار کرنے والے پرندوں) سے منع کیا۔(صحیح مسلم:۱۹۳۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان دلیل ہے کہ ہر پرندہ جو پنجوں سے شکار کرتا ہےتو وہ حرام ہےاور یہ حدیث آپ(صلی اللہ علیہ وسلم) کے جوامع الکلم میں سے ہے جواحکام میں سے ہیں۔اسی طرح آپ نے جوخبریں دیں ان میں بھی جامعیت ہے۔چنانچہ آپ کاارشاد: " **لو أنكم توكلون على الله حق توكله لرزقكم كما يرزق الطير تغدو خماصًا وتروح بطاناً** " (ترمذی:۲۳۴۴وقال حسن صحیح،ابن حبان ۲۵۴۸،الحاکم ۳۱۸/۴وقال:ھذا حدیث صحیح الإ سناد، النسائی فی الکبری ،طبعۃ جدیدۃ ۳۸۹/۱۰ ح ۱۱۸۰۵وإسنادہ حسن)اور یہ ان احادیث میں سے ایک ہےجن کا ابن رجب نے اربعین نووی میں اضافہ کیا ہے۔امام ابن قیم اپنی تالیف اعلام الموقعین (۴۔۳۷۵، ۳۷۶)میں شریعت کی کاملیت بتاتے ہوئے فرماتے ہیں ۔ یہ قاعدہ اہم ترین اور مفید ترین ضابطہ ہے اور یہ ایک ہی بات پر مشتمل ہےاوروہ ہے بندوں کے لیے ضروری علوم،معارف اور اعمال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عموم و اشتمال اور یہ کہ انہوں نے اپنی امت کو اپنے بعد کسی کا ضرورت مند نہیں رہنے دیا۔ان کی ضرورت صرف یہ ہے کہ ان تک کوئی وہ شریعت پہنچائے جو آپ لے کر آئے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں دوعموم پائے جاتے ہیں اور دونوں محفوظ ہیں یعنی ان میں کوئی تخصیص لاحق نہیں ہوتی ۔ایک عموم تو ان کے مخاطبین کے اعتبار سے ہے اور ایک عموم ان کی امت کی ضروریات کے اعتبار سے کہ اس میں دین کے اصول وفروع سب بیان کردیئے گئے ہیں۔تو آپ کی رسالت کافی شافی اور عام ہے۔اس کے ہوتے ہوئے کسی اور کی ضرورت نہیں رہتی ۔اور آپ پر ایمان اس وقت مکمل نہیں ہوتا جب تک ان دونوں اعتباروں سے آپ کی رسالت کے عموم پر ایمان نہ لائے ۔مکلفین میں سے کوئی آپ کے دائرہ رسالت سے باہر نہیں اور علوم واعمال حقہ جن کی امت کو ضرورت ہوان سب سے کوئی بھی آپ کی رسالت سے باہر نہیں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو آسمان کی فضا میں اپنے پروں سے اڑنے والا کوئی پرندہ نہ تھا جس کے بارے میں امت کو علم نہ رہا ہو(۱) اور انہیں ہر چیز سکھا دی حتی کہ قضائے حاجت ،مباشرت کرنے ،سونے جاگنے نشست وبرخواست کے لئے ،سوار ہونے ،سواری سے اترنے ،سفر وحضر ،خاموشی اور کلام ،خلوت ومیل جول ، امیری وغریبی ،صحت وبیماری کے آداب ،زندگی اور موت سے متعلق تمام احکام بیان کئے ۔اس کے ساتھ ساتھ عرش فرشتوں جنوں اور جنت جہنم کے اوصاف قیامت کے احوال اور اس میں ہونے والے واقعات اس طرح بیان کرتے کہ کوئی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو اور ان لوگوں کو ان کے معبود برحق کا تعارف مکمل طریقے سے کرایا کہ گویا وہ اسے اس کی صفات کمال وجلال کے ذریعے سے دیکھ رہے ہوں اور مشاہدہ کرتے ہوں۔

انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کا تعارف اور ان کے مابین ہونے والے واقعات اس طرح بتائے کہ گویا یہ ان میں موجود ہوں ۔اور خیر وشر کے چھوٹے بڑے ایسے راستے بتائے جو آپ سے پہلے کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں بتائے ،موت اور اس کے بعد پیش آنے والے برزخی احوال اور ان میں پیش آنے والے بدن اور روح کے لئے ثواب وعذاب کی ایسی تفصیل بیان فرمائی جو آپ سے پہلے کسی نبی نے بیان نہیں کی۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید، نبوت، آخرت کے دلائل اور اہل کفر وضلال کے تمام فرقوں کی تردید اس تفصیل سے کی کہ انہیں جان لینے کے بعد کسی اور کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہاں انہیں صرف اس کی ضرورت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی کتاب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات ان تک پہنچائے اور ان میں سے جو ان کے لئے واضح نہ ہو اس کی وضاحت کردے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جنگوں میں کی جانے والی تدابیر اور حکمت عملی سے بھی روشناس کرایا اور بتایا کہ دشمن کے سامنے کس طرح جانا چاہئے اور یہ کہ فتح وظفر تک پہنچنے کے راستے کون سے ہیں جنہیں سمجھ اور اچھی طرح جان کر ان کا کما حقہ خیال رکھا جائے تو کوئی دشمن ان کے سامنے ٹھہرنے کی سکت ہی نہ رکھے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ابلیس کی تمام چالبازیوں اور اس کے مکروفریب دھی کے طریقوں سے آگاہ کر دیا جنہیں اختیار کر کے وہ ان پر حملہ آور ہوتا ہے اور یہ بھی بتادیا کہ اس کے مکروتدبیر سے محفوظ کس طرح رہا جاسکتا ہے۔ اور اس کے شر کو دور رکھنے کے طریقے بتادیئے جن پر اضافہ ناممکن ہے۔

اسی طرح افراد امت کو ان کے اپنے باطن کے احوال واوصاف اور اس کے پوشیدہ اسرار کے متعلق ایسی باتیں بتادیں جن کے ہوتے ہوئے انہیں مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاش سے متعلق ایسی باتیں بتادیں جن کو سمجھ کر ان پر عمل کرلیں تو ان کی دنیا باعظمت طریقے سے ختم ہو جائے۔

غرضیکہ آپ دنیا وآخرت کی مکمل بھلائی کے ساتھ تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں آپ کے سوا کسی کا محتاج نہیں رہنے دیا تو یہ کیسے گمان کیا جاتا ہے کہ آپ کی وہ شریعت جس سے اعلیٰ واکمل شریعت دنیا میں کوئی بھی نہیں، ناقص ہے اور اسے کسی ایسی سیاست لانے کی ضرورت ہے جو اس کی تکمیل کر سکے! اس میں قیاس کی ضرورت ہے یا حقیقت یا معقولات کے نام پر کسی خارجی چیز کی ضرورت ہے جو پہلے سے اس میں نہیں ہے! جو شخص ایسا سمجھتا ہے وہ گویا یہ گمان رکھتا ہے کہ لوگوں کو آپ کے بعد کسی اور رسول کی ضرورت ہے۔ اور اس کی کم نصیبی ہے کہ وہ اس فہم سے بے خبر ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو بہرہ ور فرمایا تھا۔ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر اکتفا کیا، اسے کافی سمجھا اور اس کی بدولت اس کے سوا ہر چیز سے مستغنی ہو گئے اور انہوں نے اس کے ذریعے دلوں کو فتح کیا اور ملکوں کو بھی۔ اور آئندہ نسلوں کو یہ پیغام دے کر گئے: یہ چیز ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سونپ کر گئے تھے اور ہم تمہیں سونپ رہے ہیں۔

لفظ سنت کے معانی

یہ شریعت کامل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عام معنی کے ساتھ سنت ہے۔ اس لئے کہ لفظ سنت چار معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اول: کتاب وسنت میں جو کچھ وارد ہوا ہے وہ آپ کی سنت ہے اور یہی آپ کا طریقہ ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاربند تھے۔ اسی میں سے آپ کا یہ فرمان ہے: "فمن رغب عن سنتي فليس مني"

جو میری سنت سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے وہ مجھ سے نہیں۔ (بخاری: ۵۰۶۳، مسلم: ۱۴۰۱)

دوم: سنت حدیث کے معنی میں جب اس لفظ کا عطف کتاب پر ہو۔ آپ کا یہ فرمان: "**یا ایھا الناس إني قد ترکت فیکم ما إن اعتصمتم به فلن تضلوا أبدًا، کتاب الله وسنة نبیه صلی الله علیه وسلم**" لوگو! میں تم میں وہ کچھ چھوڑ کر جارہا ہوں کہ اگر اسے مضبوطی سے تھام لوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت۔ (المستدرک ۹۳/۱ ح ۳۱۸)[1] نیز فرمایا: "**إني قد ترکت فیکم شیئین لن تضلوا بعدھما کتاب الله وسنتي**" میں نے تم دو چیزیں چھوڑیں ان کے ہوتے ہوئے تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ اللہ کی کتاب اور میری سنت۔ (المستدرک ۹۳/۱ ح ۳۱۹) اور جب بعض علماء بعض مسائل کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ مسائل کتاب، سنت اور اجماع سے ثابت ہیں تو اس وقت سنت کا لفظ اسی معنی میں ہوتا ہے۔

سوم: سنت کا لفظ بدعت کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے اس کی مثالوں میں سے سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کا روایت کردہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: "**فإنه من یعش منکم فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتي وسنة الخلفاء المھدیین الراشدین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وإیاکم و محدثات الأمور فإن کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة**" تم میں سے جو زندہ رہا بہت اختلاف دیکھے گا۔ اس لئے میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت پر کاربند رہنا، اسے مضبوطی سے تھامنا اور دانتوں سے پکڑ لینا، اور (دین میں) نو ایجاد کاموں سے بہت اجتناب کرو کہ (دین میں) ہر نو ایجاد کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی۔ (ابوداوٗد: ۴۶۰۷ یہ الفاظ اسی کے ہیں، ترمذی: ۲۶۷۶، ابن ماجہ ۴۳۔۴۴ اور ترمذی نے کہا: "حسن صحیح")

اور اسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ بعض محدثین کا عقیدہ کے موضوع پر اپنی تالیفات کا نام سنت رکھنا ہے۔ مثلاً:

[السنۃ: تالیف: محمد بن نصر المروزی] [السنۃ: تالیف: ابن ابی عاصم] [السنۃ: للالکائی]

امام ابوداوٗد کی سنن میں بھی کتاب السنۃ ہے جو عقیدہ سے متعلق احادیث پر مشتمل ہے۔

چہارم: سنت کا لفظ مستحب اور مندوب کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے یعنی وہ کام جس کے بارے میں حکم اس انداز سے دیا گیا ہے کہ اس کا کرنا پسندیدہ ہے۔ یہ استعمال فقہاء کے ہاں ہے اور اس کی مثالوں میں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: "**لو لا أن أشق علی أمتي لأ مرتھم بالسواک عند کل وضوء**"

اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ سمجھتا تو انہیں ہر وضو کے ساتھ مسواک کا حکم دے دیتا۔ (بخاری ۸۸۷۔ مسلم: ۲۵۲، البخاری: قبل ح ۱۹۳۴ تعلیقاً واللفظ لہ) پس بے شک مسواک کے لئے استحبابی حکم تو موجود ہے، یہ حکم بطورِ ایجاب اس لئے نہیں دیا گیا کہ اس میں امت کی مشقت کا ڈر تھا۔ (باقی آئندہ ان شاء اللہ)

---

(۱) حسن / دیکھئے مؤطا امام مالک بتحقیقي (ح ۱۷۲۷) وأضواء المصابیح (۱۸٦) سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث "**فعلیکم بسنتي وسنة الخلفاء المھدیین الراشدین**" إلخ (ابوداوٗد: ۴۶۰۷ وسندہ صحیح) اس کا بہترین شاہد (مؤید روایت) ہے نیز اس روایت کے بارے میں مہر محمد میانوالوی دیوبندی لکھتے ہیں: "صحیح ہے" (شیعہ کے ہزار سوال کا جواب ص ۴۹۳) / حافظ زبیر علی زئی

قسط:۵ حافظ زبیر علی زئی

یمن کا سفر

عشاء تک ہم اسی جگہ رہے۔جیل کا مدیر احمد الیافعی الیمنی ہمیں باری باری اپنے افسروں کے پاس لے جاتا رہا جہاں ہمارے انٹرویو لئے گئے۔مختلف قسم کے سوالات کئے گئے مثلاً:

۱: آپ کتنے ساتھی آئے ہیں؟

۲: یہاں صَعدہ میں آپ کس کو پہچانتے ہیں؟

۳: شیخ مطری سے آپ کی ملاقات کہاں ہوئی ہے؟

۴: کیا آپ شادی شدہ ہیں؟

۵: اگر شادی شدہ ہیں تو کتنے بچے ہیں؟

۶: آپ یہاں صعدہ میں کیوں آئے ہیں؟ کس سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں؟

میرا انٹرویو سب سے آخر میں لیا گیا تھا۔میں نے ایک افسر کو دوسرے افسر سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ان کے بیانات ایک جیسے ہیں،ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

میں نے انہیں کہا: آپ لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے؟ جس کا قیامت کے دن آپ کو حساب دینا پڑے گا۔

یہ ظاہر ہے کہ دنیا کا کوئی کونہ ہو،جیل کے حکام پر مظلومین کی آہ و پکار بے اثر ہوتی ہے۔ابوغریب جیل کی داستانیں دہرانے والے اپنی آخرت اور اللہ کی پکڑ سے بے خوف رہتے ہیں۔کوئی مرتا ہے یا جیتا،انہیں کیا پرواہ ہے۔انسانوں کو جانوروں کی طرح پنجروں میں بند کرنے اور ان کو قسما قسم کے عذاب اور تکلیفیں دے کر ان کے ننگے فوٹو بنانے سے ان ظالموں کو وحشیانہ خوشی ہوتی ہے۔

کاغذات پر انہوں (حکامِ سجن) نے وجہ حراست " **الإشتباه** "(شبہ) لکھی۔

انہیں یہ شبہ تھا کہ شیخ ابوہشام منصور چونکہ امیر تاجر ہیں۔لہذا وہ سعودیہ سے یمن آکر مدرسوں کو رقم دیتے ہیں۔اور تنظیموں کی مالی امداد کرتے ہیں۔باہر کے لوگوں کا مدرسوں کی امداد کرنا،ان لوگوں کے نزدیک بڑا جرم تھا۔

ابوہشام نے خوب قسمیں کھائیں اور بتایا کہ ''میں مدرسوں کی امداد نہیں کرتا۔میں تو یمن اپنے رشتہ داروں سے ملاقات، سیر اور بڑے شیوخ کی زیارت کے لیے آیا ہوں''لیکن یہ ساری گفتگو رائیگاں گئی۔

عشاء کے قریب فوجیوں نے ہماری تصاویر لیں۔اور سلاخوں کے پار،قیدیوں کے پاس،جیل میں ہمیں پہنچا دیا۔یہ بدھ کا دن تھا(۸ دسمبر ۲۰۰۴ء) بعد میں معلوم ہوا کہ ہمیں ہمارے تمام سامان سے محروم کر دیا گیا ہے۔

ہمارے پاس دو موبائل تھے(۱) شیخ مطری والا، جس میں ابو ہشام کے موبائل کی چپ ڈالی گئی تھی (۲) ابوعقیل والا۔
ان دونوں موبائلوں پر فوجیوں نے جیل میں داخل ہونے سے پہلے ہی قبضہ کرلیا تھا۔ دنیا سے ہمارا رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔
جیل میں موجود قیدیوں نے ہمارا استقبال کیا۔ ان قیدیوں میں شیعہ بھی تھے اور اہل سنت بھی تھے۔

جیل میں

ہمیں سیاسی جیل میں رکھا گیا تھا۔ یہاں بہت سے زیدی شیعہ بھی قید میں تھے اور کئی اہل سنت بھی بند تھے۔ چند مہینے پہلے سید حسین الحوثی (زیدی شیعہ) حکومت کے خلاف ایک بغاوت میں مارا گیا تھا۔ اس کا بیٹا، بھائی اور پیروکار اسی جیل میں موجود تھے۔

شیخ مطری، ابوعقیل اور بچہ ہشام ذرا بھی پریشان نہیں تھے مگر ابو ہشام بہت پریشان اور جذباتی (عَصَبی) ہو گئے تھے۔
ابو ہشام کی تیزی کی وجہ سے ایک دفعہ جیل کا داروغہ: احمد الیافعی اور اس کے ماتحت فوجی، ڈنڈے لے کر ابو ہشام کو پیٹنے کے لیے آ گئے تھے، بڑی مشکل سے ان کا غصہ ٹھنڈا کیا گیا۔ اور ابو ہشام کو سمجھایا گیا کہ آپ صبر کریں۔
چونکہ ہم نے دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا لہذا شیخ مطری نے فوجیوں کو ایک ہزار یمنی ریال دے کر باہر سے کھانا منگوایا. انتہائی بے کار قسم کا کھانا آیا جو کہ دو تین سو یمنی ریالوں کے برابر بھی نہیں تھا۔ باقی ساری رقم فوجیوں کی جیب میں چلی گئی تھی، جیل کی دنیا کا یہی دستور ہے۔
شیخ مطری کے علاوہ ہم سب پہلی دفعہ جیل میں پہنچے تھے۔ آزادی کی قدر و قیمت کا احساس جیل جا کر ہوا۔ ہم نے منگوایا ہوا کھانا بمشکل کھایا. اور اس امید پر سو گئے کہ ان شاء اللہ کل صبح رہائی مل جائے گی۔
یہ ظاہر ہے کہ نیند کانٹوں پر بھی آ ہی جاتی ہے. ہمیں ایک انتہائی تنگ کوٹھری دی گئی تھی جو تقریباً 3x2 میٹر لمبی اور چوڑی تھی. اس کوٹھری میں ہم پانچ آدمی تھے. اسے یمنی عربی میں ''زنزانہ'' کہتے ہیں۔
ٹھنڈی سردی، میلے کچیلے بستر ے اور گندا کمبل، یہ اس ''زنزانہ'' کی کل کائنات تھی۔ صعدہ کی سردی نے اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔
ابو ہشام اور ان کا بیٹا، دونوں اکٹھے لیٹ گئے۔ شیخ مطری، ابوعقیل اور راقم الحروف پانچوں اسی کوٹھری میں سکڑے ہوئے تھے۔ دروازہ چونکہ اندر کی طرف کھلتا تھا لہذا باہر جانے کے لیے ابوعقیل کو بیدار کرنا ضروری تھا۔
رات کے آخری پہر آنکھ کھلی۔ جیل کے اندر کوٹھریوں کی قطار کے آخر میں دو حمام بنے ہوئے تھے جن کے دروازے اندر سے بند نہیں ہو سکتے تھے۔
وضوء کر کے جیل کی گلی میں اللہ کے دربار میں کھڑا ہو گیا۔ پاؤں کے نیچے مختصر سا کمبل بچھا لیا۔ سبحان اللہ! کیا عجیب منظر تھا رات کے اسی پہر رب العالمین آسمانِ دنیا پر نازل ہو کر اپنے بندوں سے فرماتا ہے:
'' من يدعوني فأستجيب له ، من يسألني فأعطيه ، من يستغفرني فأغفر له ''

جو مجھ سے دعا مانگے گا میں اس کی دعا قبول کروں گا، جو مجھ سے سوال کرے گا میں اسے دوں گا، جو مجھ سے گناہوں کی معافی مانگے گا میں اسے معاف کر دوں گا۔ (صحیح البخاری: ۱۱۴۵ واللفظ لہ، وصحیح مسلم: ۷۵۸)

حقیقت ہے نماز پڑھنے اور اللہ کے سامنے گڑگڑانے کا جو مزہ اس جیل میں آیا اس کا تصور بھی آزادی کے عام دنوں میں محال ہے۔

صباح المسجونین (قیدیوں کی صبح)

صبح کی اذان کے وقت قیدی اٹھ کھڑے ہوئے۔ شیخ احمد مطری نے صبح کی نماز پڑھائی۔ امام اور مقتدی تنگ گلی کی وجہ سے ایک ہی صف میں کھڑے تھے۔ یہاں جیل میں مسجد اور دو صفوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نماز کے بعد شیخ مطری نے بہترین درس دیا۔ وہ انتہائی دلیر اور بہترین واعظ ہیں۔

تمام اہل سنت قیدیوں نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔ جن میں عبید بن شداد الیمنی ایک نوجوان بھی تھا جو اس وجہ سے قید تھا کہ اس نے لیبیا کے ایک باشندے کی مہمان نوازی کی تھی۔ مظلوم مسلمانوں کے لئے زمین تنگ کر دی گئی ہے، اگر کوئی شخص کسی مسلمان مہمان کی مہمان نوازی کر بیٹھے یہ بھی ''جرم عظیم'' ہے۔ زیدی شیعوں نے علیحدہ اذان دے کر علیحدہ نماز پڑھی۔ میں نے اپنی زندگی میں پہلا عجیب منظر دیکھا تھا۔ ایک زیدی نے قبلہ سے منہ پھیرے ہوئے، چلتے چلتے اذان کہی تھی جس میں " حي علی خیر العمل " کے الفاظ بھی تھے۔ لیکن " أشهد أن علیاً ولي الله " اِلخ وغیرہ الفاظ بالکل نہیں تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ بدعت علاقائی ہوتی ہے۔

''ماہنامہ الحدیث حضرو'' (نمبر ۴ ص ۸، ۹ ستمبر ۲۰۰۴ء) میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قبلہ رخ اذان دینے پر اجماع ہے۔ اس سے مراد اہلِ سنت کا اجماع ہے۔ امام ابو العباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم السراج النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۳ھ) فرماتے ہیں: ''**حدثنا زیاد بن أیوب : ثنا یعلی بن عبید و حدثنا أبو عوف : ثنا أبو نعیم قالا : ثنا مجمع بن یحیی قال : کنت مع أبي أمامة بن سهل وهو مستقبل المؤذن و کبر المؤذن وهو مستقبل القبلة و قال : الله اکبر الله اکبر اثنین....**''

مجمع بن یحیی فرماتے ہیں کہ: میں (سیدنا) ابو امامہ بن سہل (صحابی رضی اللہ عنہ) کے پاس تھا، آپ مؤذن کی طرف رخ کئے ہوئے تھے۔ مؤذن نے قبلہ رخ ہو کر (اذان کی) تکبیر کہی: اللہ اکبر اللہ اکبر، دو (دو) دفعہ کہا۔ اِلخ

(مسند السراج قلمی ص ۲۳ ب، ومطبوع ص ۵۲ ح ۶۱)

اس روایت کی سند صحیح ہے۔ (وقال الشیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ: إسنادہ صحیح)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی قبلہ رخ اذان کے قائل تھے اور اسے ہی برقرار رکھتے تھے۔

اذان کے بعد ان شیعوں نے ہاتھ چھوڑتے ہوئے عجیب وغریب نماز پڑھی تھی۔ حسین الحوثی کے یہ ساتھی یمنی حکومت کی تکفیر کرتے ہوئے اپنے آپ کو ''اہلِ ایمان'' کے اعلیٰ درجے میں شمار کرتے تھے۔

نماز کے بعد اہلِ سنت قیدیوں سے تعارف ہوا۔ بعض اسلحے کے غیر قانونی کاروبار میں ملوث تھے اور بعض دوسرے سیاسی جرائم میں بند تھے۔ دنیا میں ان کا پرسان حال کوئی نہیں تھا سوائے ان ملاقاتیوں کے جو بقول ان کے کبھی کبھار ''تشریف'' لاتے تھے۔

زیدی شیعہ اور روافض

زیدی شیعوں سے بھی ملاقات ہوئی۔ اپنے آپ کو زیدی کہنے والے کٹر رافضی عقائد رکھتے تھے۔
عذابِ قبر کے اعلانیہ منکر تھے۔ جیلر احمد الیافعی نے ایک دفعہ شیخ مطری کا ان رافضیوں سے عذابِ قبر پر مناظرہ بھی کروایا۔ عذاب قبر کے سلسلے میں مجھے یاد آیا کہ قمر احمد عثمانی (دیوبندی) کی تصدیق کے ساتھ ایک کتاب ''عذاب قبر'' چھپی ہے (شائع کردہ: قرآنک سنٹر راولپنڈی۔؟؟) اس کتاب میں منکرِ عذابِ قبر محمد امتیاز عثمانی لکھتے ہیں: ''یہاں کفار کا یہ کہنا ہے کہ ''کس نے اُٹھا دیا ہمیں ہماری خواب گاہ سے'' واشگاف انداز میں ظاہر کر رہا ہے کہ اپنی قبروں میں چین کی نیند سوئے ہوئے تھے اور کسی عذاب قبر وغیرہ میں مبتلا نہ تھے ورنہ ''یا ویلنا'' (خرابی ہماری) کے الفاظ ہرگز نہ کہتے'' (عذاب قبر ص ۳۰)
حالانکہ مرقد کا ایک معنی قبر بھی ہے دیکھئے القاموس الوحید (ص ۶۵۵) صحیح بخاری میں ہے کہ ''مرقد نا: مخرجنا'' ہمارے مرقد سے (یعنی) ہمارے مخرج سے (قبل ح ۴۸۰۲ کتاب التفسیر، سورہ یس)
مخرج: نکلنے کی جگہ کو کہتے ہیں (القاموس الوحید ص ۴۲۳) یعنی لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔
(دوسرا قول) حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۷ھ) لکھتے ہیں کہ:
'' قال المفسرون : إنماقالوا هذا لأن الله تعالىٰ رفع عنهم العذاب فيما بين النفختين ''
مفسرین نے کہا ہے کہ یہ (کافرلوگ) اس لئے یہ بات کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نفخہ اولیٰ (کائنات کی تباہی، قیامت) اور نفخہ ثانیہ (مخلوق کو دوبارہ زندہ کرنے) کے درمیان لوگوں پر عذاب موقوف کر دے گا (زاد المسیر ج ۷ ص ۲۵)
اس آیت سے یہ مطلب کسی مفسر نے نہیں نکالا کہ کافر لوگ اب آرام و چین سے اپنی قبروں میں سوئے ہوئے ہیں، ان پر کوئی عذاب نہیں ہوتا، یہ مطلب تو امتیاز صاحب اپنی طرف سے گھڑ کر بیان کر رہے ہیں، غالباً انہیں کافروں سے ہمدردی کا بہت شوق ہے۔!
زیدی شیعوں کی طرح ڈاکٹر مسعود عثمانی اور بعض دیوبندی حضرات بھی عذاب قبر کے منکر ہیں۔
یہ زیدی شیعہ استوء الرحمٰن علی العرش کا انکار کرنے والے اور صحیح احادیث کے سخت خلاف اور منکر تھے۔ ایک سے میری ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ ہم ابوبکر اور عمر کو رضی اللہ عنہ نہیں کہتے۔ میں سخت ناراض ہوا اور اسے فضیلتِ شیخین کی آیات و احادیث سنائیں تو وہ اٹھ کر اپنی کوٹھری میں چلا گیا۔
سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بالتواتر ثابت ہے کہ وہ فرماتے تھے:

رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر ابوبکر ہیں پھر عمر ہیں، رضی اللہ عنہما، دیکھئے صحیح البخاری (۳۶۷۱)
یہ حدیث شیعوں کی کتابوں میں بھی ہے۔ دیکھئے کتاب الشافی لعلم الھدی (ج ۲ ص ۴۲۸) بحوالہ الشیعہ وأھل البیت (ص ۱۰۳) اہلِ سنت کے نزدیک یہ حدیث متواتر ہے۔ دیکھئے نظم المتناثر من الحدیث المتواتر (ص ۲۰۳)
حسین الحوثی کا سولہ سترہ سال کا بیٹا ان عقائد سے دور تھا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ اس کا باپ (حسین الحوثی) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا دفاع کرتا تھا اور انہیں ''ام المؤمنین'' اور ''رضی اللہ عنہا'' کہتا تھا۔
ہم جب اس لڑکے سے باتیں کرتے تو اس کے شیعہ ساتھی آ کر اسے لے جاتے تھے۔ یہ لڑکا اس غار میں اپنے باپ حسین الحوثی کے ساتھ تھا جس میں اس کا باپ آخری معرکے میں مارا گیا تھا۔ حوثی کے بھائی اور دیگر پیروکار بھی قید تھے۔
پرانے زیدیوں کے عقائد اور ہیں اور جدید زیدیوں کے عقائد اُن کے سراسر برعکس ہیں۔ جدید زیدیوں کی اکثریت نے رافضی مذہب کے عقائد اپنا لئے ہیں۔ حالانکہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے رافضیوں کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا تھا: '' بریٔ اللہ ممن تبرأ من أبی بکر و عمر '' اللہ اس شخص سے بری ہو جائے جو شخص (سیدنا) ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) پر تبرا کرے۔ (فضائل الصحابۃ لأحمد ۱/۱۶۰ ح ۱۴۳ وسندہ صحیح)
جمعرات کا دن تھا اور یمن میں سرکاری چھٹی تھی۔ ہمیں بتایا گیا کہ آپ جیل سے جلدی باہر نہیں نکل سکتے۔ ابو ہشام نے بار بار مدیر السجون (جیل کے سپرانٹنڈنٹ) سے ملاقات کا مطالبہ کیا مگر انہیں بتایا گیا کہ جمعرات اور جمعہ چھٹی کی وجہ سے مدیر سے ملاقات ممکن نہیں ہے۔ دوپہر کو سفید لوبیا ابھلا ہوا اور سموسہ ٹائپ روٹیاں لائی گئیں۔ لوبیے میں نہ گھی تھا اور نہ مرچیں۔ ہشام اور ابو ہشام نے کھانا نہیں کھایا بلکہ باہر سے کھانا منگوایا۔ یہ کھانا بھی شبِ اول کی طرح کھانے کے قابل نہیں تھا اور انتہائی مہنگے داموں منگوایا گیا تھا۔ پاکستان کی جیلوں میں جو پانی دال ملتی ہے، یہ سالن بھی ویسا ہی یا اس سے بدتر تھا، سیکولر دنیا میں جیلوں کا قانون اور نظام ایک ہے، قیدیوں کو عادی اور پکا مجرم بنا کر باہر آزاد دنیا میں بھیجنا جیل کی انتظامیہ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔! اس تمام مصیبت میں ہشام لڑکا ثابت قدم رہا۔ وہ پیاری پیاری باتیں کرتا کبھی قرآن کی تلاوت کرتا اور کبھی احادیث سناتا۔ وہ بہت اچھے طریقے سے سعودی لہجے میں قرآن پڑھتا تھا۔ ہم سب اللہ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ شیخ مطری کے دروس جاری تھے۔ تہجد کا اہتمام بھی خلوصِ نیت سے ہو رہا تھا۔ عصر کی نماز دو رکعتیں قصراً باجماعت پڑھی۔ پھر شام ہوئی۔ شام کی نماز کے بعد وہی لوبیا دال والا کھانا لایا گیا جسے سوائے ہشام کے ہم سب نے بشمول ابو ہشام کھایا۔ عبید بن شداد نے مرچوں والا کیچ اپ منگوا رکھا تھا۔ ہمیں یہ کیچ اپ دیا جس کے ساتھ کھانے میں کچھ مزہ پیدا ہوا۔ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد خوب باتیں ہوئیں۔ عبید نے بتایا کہ اس نے شیخ یحییٰ الحجوری سے سنا تھا کہ ابوالحسن المأربی پر تھوکنا چاہئے (تفّخ علیہ) ابوالحسن المأربی المصری الیمنی، شیخ البانی رحمہ اللہ کے خاص شاگردوں میں سے ہے۔ کئی کتابوں کا مصنف ہے اور مأرب یمن میں ایک مدرسہ چلا رہا ہے۔
بہت سے یمنی علماء اور تقلیدی سلفیوں کے امام شیخ ربیع المدخلی اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ شیخ احمد المطری الیمنی کی تحقیق میں یہ سب لوگ مخالفت میں غلو کرتے ہیں اور حد سے گزر چکے ہیں۔ (باقی آئندہ ان شاء اللہ)

ابوالعباس حافظ شیر محمد

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ :

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: آپ سب سے زیادہ کس سے محبت کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ کے ابا (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے۔ میں نے پوچھا: ان کے بعد کس سے زیادہ محبت کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ سے۔ (صحیح بخاری: ۳۶۶۲ وصحیح مسلم: ۲۳۸۴)

محمد بن علی بن ابی طالب عرف محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ :

میں نے اپنے ابا (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون سا آدمی سب سے بہتر (افضل) ہے؟ انہوں نے فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) میں نے کہا: پھر ان کے بعد کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: عمر (رضی اللہ عنہ) (صحیح بخاری: ۳۶۷۱)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثَانِىَ اثۡنَيۡنِ اِذۡ هُمَا فِى الۡغَارِ اِذۡ يَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾

''اگر تم اللہ کے رسول کی مدد نہ کرو گے تو (کچھ پرواہ نہیں اللہ اس کا مددگار ہے) اس نے اپنے رسول کی مدد اس وقت کی تھی جب کافروں نے اسے (اس حال میں گھر سے) نکالا تھا۔ جب کہ دو (آدمیوں) میں دوسرا وہ تھا (اور) دونوں غار (ثور) میں تھے (اور) وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا: غمگین نہ ہو، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

(سورۃ توبہ: ۴۰، الکتاب ص ۱۱۷)

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صحبت اور مال کے لحاظ سے، ابوبکر کا مجھ پر سب سے زیادہ احسان ہے۔ اور اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو اپنا خلیل بناتا لیکن اسلام کا بھائی چارہ اور محبت کافی ہے۔ دیکھو! مسجد (نبوی) کی طرف تمام دروازے کھڑکیاں بند کر دو سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔ (صحیح بخاری: ۳۶۵۴ وصحیح مسلم: ۲۳۸۲)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) پوچھا: آج کس نے روزہ رکھا ہے؟ ابوبکر نے فرمایا: میں نے آپ نے پوچھا: آج کون جنازے کے ساتھ گیا تھا؟ ابوبکر نے فرمایا: میں گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ

آج کس نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ ابوبکر نے فرمایا: میں نے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آج کس نے کسی مریض کی بیمار پرسی کی ہے؟ ابوبکر نے فرمایا: میں نے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما اجتمعن فی امریٔ إلا دخل الجنة

یہ چیزیں جس انسان میں جمع ہو جائیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۱۰۲۸ و بعد ح ۲۳۸۷)

سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں موجود تھے۔ ایک آدمی آیا اور اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **افتح له و بشره بالجنة** اس کے لئے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی خوشخبری دے دو، یہ ابوبکر (الصدیق رضی اللہ عنہ) تھے جو باغ میں داخل ہوئے تھے۔

(صحیح بخاری: ۳۶۹۳ و صحیح مسلم: ۲۴۰۳)

ایک مشہور حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أبو بكر فی الجنة ابوبکر جنتی ہے۔

(سنن الترمذی: ۳۷۴۷ و إسنادہ صحیح، وصححہ ابن حبان الاحسان: ۶۹۶۳)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) احد پہاڑ پر چڑھے تو (زلزلے کی وجہ سے) پہاڑ ہلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا پاؤں مار کر فرمایا: **اثبت أحد، فإنما علیک نبي و صدیق و شهیدان**، اے اُحد! رک جا تیرے اوپر (اس وقت) صرف نبی، صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔

(صحیح بخاری: ۳۶۸۶)

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لو وزن إیمان أبي بكر بإیمان أهل الأرض لرجح به

اگر ابوبکر (صدیق) کا ایمان اور زمین والوں کے ایمان کو باہم تولا جائے تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا ایمان بھاری ہوگا۔ (کتاب السنۃ لعبد اللہ بن احمد: ۸۲۱ وسندہ حسن، شعب الایمان للبیہقی: ۳۶ عقیدۃ السلف أصحاب الحدیث للصابونی ص ۷۰، ۷۱ ح ۱۱۰ رفضائل ابی بکر لخیثمہ الاطرابلسی ص ۱۳۳)

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل بہت زیادہ ہیں جن کی تفصیل کا یہ مختصر مضمون متحمل نہیں، امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو ابوبکر و عمر و عائشہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو گالیاں دیتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں اسے اسلام پر (یعنی مسلمان) نہیں سمجھتا۔

(السنۃ للخلال ص ۴۹۳ ح ۷۷۹ وسندہ صحیح)

امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (امام احمد رحمہ اللہ) سے اس آدمی کے

بارے میں پوچھا جو کسی صحابی کو گالی دیتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں ایسے شخص کو اسلام پر نہیں سمجھتا ہوں۔
(السنۃ للخلال ح ۷۸۲ وسندہ صحیح)

ثقہ فقیہ عابد تابعی امام مسروق بن الاجدع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حب أبي بكر وعمرو معرفة فضلها من السنة

ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) سے محبت اور ان کی فضیلت ماننا سنت ہے۔ (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۱/۷۷ ح ۹۴۵ وسندہ حسن) شرح اُصول اعتقاد اُھل السنۃ والجماعۃ للالکائی (۲۳۲۲)

امام ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین الباقر رحمہ اللہ نے فرمایا:

من جهل فضل أبي بكر و عمر رضى الله عنهما فقد جهل السنة

جس شخص کو ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے فضائل معلوم نہیں ہیں وہ شخص سنت سے جاہل ہے۔
(کتاب الشریعۃ للآجری ص ۸۵۱ ح ۱۸۰۳ وسندہ حسن)

امام جعفر بن محمد الصادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

برئ الله ممن تبرأ من أبي بكر و عمر

اللہ اس شخص سے بری ہے جو شخص ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) سے بری ہے۔
(فضائل الصحابۃ للإمام أحمد ۱/۱۶۰ ح ۱۴۳ وإسنادہ صحیح)

امام جعفر صادق فرماتے تھے کہ:

اللهم إني أحب أبا بكر و عمر وأتولاهما ، اللهم إن كان لي خلاف هذا فلا نا لتني شفاعة محمد صلى الله عليه وسلم يوم القيامة

اے اللہ میں ابوبکر وعمر سے محبت کرتا ہوں، میں انہیں اپنا ولی مانتا ہوں۔ اے اللہ! اگر مجھ میں (یعنی میرے دل میں) اس کے خلاف کوئی بات ہو تو قیامت کے دن مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔
(السنۃ للالکائی: ۲۴۶۶ وسندہ حسن)

امام ابواسحاق (السبیعی) رحمہ اللہ نے فرمایا:

بغض أبى بكر وعمر من الكبائر

ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) سے بغض کرنا کبیرہ گناہ (یعنی کفر) ہے۔
(فضائل الصحابۃ لعبداللہ بن احمد ۱/۲۹۴ ح ۳۸۵ وسندہ حسن)

اے اللہ! ہمارے دلوں کو سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت سے بھر دے اور اس محبت کو اور زیادہ کر دے۔ آمین